إن الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا ما بأنفسهم

تاریخ میوات

مؤلفہ

منشی مولوی ابو محمد عبد الشکور صاحب میواتی

ویروال متوطن فیروزپور نمک

۱۹۱۹ء

۷۸۶

التماس مصنف

اس کتاب کے لکھنے پر مجھے کئی باعث ہوئے ہیں۔ اوّل یہ۔ کہ زمانے کا دور اور اسکا علمی رواج جس نے اقوام عالم میں ہل چل ہ ڈال رکھی ہے، کہ ہر ایک قوم اپنی قومیت کو زندہ اور بار آور کرنے کے لئے تدریجی طور پر ترقی کر رہی ہے۔ اور ہر ایک ممکن ذرائع سے اپنی ترقی کے لئے کوشاں ہیں۔ ہر ایک قوم کے مجلسی دور روز بروز ترقی پذیر ہیں۔ مینے بھی چاہا۔ کہ اپنی قوم کو جو نہایت گہری نیند سو رہی ہے بہ آواز دہل پکار دوں کہ اے قوم غافل اُٹھ، سُن زمانے کی پت چیخ پکار کیا کہہ رہی ہے شعر

زمانہ نام ہے میرا تو میں ایک دن جھلک دکھا دونگا
کہ جو تعلیم سے بھاگے گا نام اس کا مٹا دونگا

بس میں نے اپنی اس تاریخ کو جو میواتی قوم کی تاریخ ہے، قومی آواز گردانا، دوسرا سبب یہ ہوا، کہ میوات کے حالات میں کوئی کتاب تاریخ ایسی موجود نہیں ہے جس سے میوات اور میواتی اقوام کے تاریخی نسبی حالات معلوم ہوں +

تیسری وجہ میرے اُن دوستوں کا اصرار ہوا، جن کی مجھے خاطر منظور تھی۔ پس میں مجبور ہو گیا۔ اور اپنی بے کس و ناچار علم اور قلم سے تاریخ کو لکھدیا ہے۔ +

ہم بنہایت ادب کے ساتھ اپنے تمام ناظرین کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ ہم نہ عالم ہیں، نہ ہمیں علم کا دعوٰے۔ نہ مؤرخ نہ تاریخ دانی کا دعوٰی، صرف ہماری ناقص تحقیق میں جو کچھ آیا، وہ لکھ دیا، جو صاحب اس میں کہیں غلطی پاویں، وہ براہِ راست ہمکو مطلع فرمادیں، ورنہ چشم عفو سے درگذر کریں +

واللہ اعلم بحقیقۃ الاحوال وعلمہ اتم

احقر الانام ابو رشید محمد عبد الشکور میواتی ڈیڑوال

ساکن فیروزپور نمک
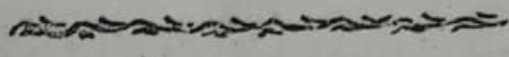
نوٹ:- بڑی غرض اس تاریخ کے میوات اور میواتی قوم کے متعلق معاشرتی حالات تحریر بعید بیان کرنا ہے، باقی جملہ حالات انکے متعلقات سے ضمناً بیان ہونگے جو یقین ہے کہ ناظرین کے دلچسپی کا باعث ہونگے +

تاریخ پر ایک نظر

علم تاریخ ایک نہایت شریف اور برگذیدہ علم ہے، اگر اس سے پچھلے لوگ اپنے پہلے لوگوں کے تمدنی اقتصادی مذہبی حالات معلوم کر کے اُن سے عمدہ ترین سبق حاصل کر سکتے ہیں +

اسی وجہ سے تمام دنیا کے باشندے علم تاریخ میں کم و بیش حصّہ لیتے رہے ہیں، ہندوؤں میں بھی تاریخ دانی کا مذاق زمانہ قدیم سے پایا جاتا ہے جس کی شہادت اُن کی مذہبی کتاب رگ وید سے بخوبی عیاں ہے فارسی لوگ بھی ہمیشہ سے اس علم کے مشتاق رہے ہیں۔ یورپ کے قوموں میں زمانہ حال میں یہ علم بہت ترقی کر چکا ہے، لیکن اس بات کا

حاشیہ؂ تمام وہ کتابیں جنکو آج دنیا منزل من اللہ تسلیم کر رہی ہے، وہ بھی علم تاریخ سے خالی نہیں، ہندوؤں کی تمام الہامی کتابیں علم تاریخ سے بھری پڑی ہیں پارسیوں کے پیغمبر زردشت کی کتابوں میں بہت تاریخی واقعات موجود ہیں۔ بائبل میں بقول ڈاکٹر میلز صاحب تین ہزار چھ سو برس کے تاریخی حالات بالترتیب موجود ہیں، دنیا کے سب سے آخری الہی کتاب قرآن مجید فرقان حمید میں سیکڑوں تاریخی واقعات موجود ہیں بیسیوں نبیوں کے حالات کتنے اولیاء کرام کے قصے۔ کتنے قریوں کا کیا یا جانا کافروں کے مناظرے وغیرہ بیان ہوئے ہیں۔ انکو بیان کرنے کے بعد قرآن نے تنبیہ کیا ہے اور کہا ہے کہ فاعتبرو یا اولی الابصار۔ مؤلف +

صحیح فیصلہ ہم نہیں کر سکتے، کہ سب سے پہلے تاریخی دانی کا مذاق کس ملک اور قوم میں پیدا ہوا۔ ہر ایک قوم بزعم خود مدعی ہے۔ کہ سب نے پہلے علم تاریخ میں میں نے حصہ لیا ہے، پھر بھلا کس کے دعوے کو صحیح مانا جائے، تاریخ میں سیکڑوں اختلافات برپا ہو رہے ہیں، اول پیدائش انسان کو دیکھیے، کہ کس قدر مختلف قوموں اور ملکوں کے مختلف خیالات آپس میں ٹکرا رہے ہیں

ہندؤں کی مسلم اور طے شدہ بات ہے۔ اور ہمکو انہوں نے اپنی مذہبی کتابوں سے بھی ثابت کیا ہے۔ کہ پیدائش انسانی سے کے سلسلہ کو اربوں اور کروڑوں سال گذر گئے، لیکن مسٹر آر سی دت جیسے مشہور محب ملک و قوم کے نام سے اکثر لوگ واقف ہو گئے۔ کہ انکا شمار ہندوستان کے اعلیٰ دماغوں میں ہے، آپ نے ایک کتاب بنام انشنٹ آف انڈیا[ل] لکھی ہے جس میں آپ نے خود تسلیم کیا ہے۔ کہ در اصل دنیا کی پیدائش کو چھ سات ہزار برس کا عرصہ گذرا ہے، ہندو سمت پیدائش عالم کا درست نہیں +

ایک طرف سابق گورنر بمبئی مسٹر الفنسٹن صاحب فرماتے ہیں، کہ ہندو سمت درست ہے، دنیا کی پیدائش کو اسی قدر عرصہ ہوا جس وقت ہندو آریہ بتلاتے ہیں، اہل فارس انسانی پیدائش کو ایک لاکھ اسی ہزار برس کے قریب

ل اس کتاب میں ہندؤں کی قدیم تہذیب کو بیان کیا ہے، اس سے یہ کتاب بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی گئی ہے +

٦ بلونڈ
٧ چکڈنڈ
٨ مباہن
٩ ٹیڈے
بہارت
نئی آبادکی
١١ سکتے
استے
لنکے
باہڑ
پیلیا
١٢ بہوج
١٣
١٤ بہادر
١٥ ڈھو
١٦ اہی چند
١٧ پھاٹا
١٨ رائے سل
١٩ ہیرا
٢٠ بادو

من پال
مہا چند
جبیل
بہرت
کرہل
جیپال
ہانچند
چہرگن
ڈیروت
دودھوت پال
تاج
ٹیرے
ادجے
سیدو
بلونڈ
چکڈنڈ
مباہن
ٹیڈے
بہارت
ٹکتے
بہوج
ہٹے
بہاد
داگہو
ابھی چند
بہاٹا
رائسل
بیرا
بادو
اوم
پیارا
چانڈے
نیم کا کاموش شامل ہے۔
بہارو
سیلما
شہباز
صاحب
جگروپ
سلطان
علی محمد
فاضل
سنپت
سائکل
تکوخاں
سائکن نیم کا چہر کلوت
نوٹ۔ اس تمن پال سے خانزادان اور جدبنسی کے تمام گوتوں کا شجرہ نسب جاملتا ہے۔ مؤلف

بتلاتے ہیں، عیسائی، یہودی، مسلمان پیدایش انسانی کے سلسلہ کو بنابر
توریت دس ہزار سال کے اندر محدود کرتے ہیں، ہندو اپنا آدم برہماجی
کو قرار دیتے ہیں، فارسیوں نے اپنا آدم کیومرث[1] کو بتایا ہے عیسائی،
یہودی، مسلمان اپنا وہی آدم[2] خاکی ابو شیث تسلیم کرتے ہیں، یہ اختلاف
پیدایش انسان پر ہے، اور اور باتوں میں بڑا اختلاف ہے۔

اگر بہت سے انسانی تاریخی اختلافات لکھے جاویں، تو دفتر بھی کافی
نہ ہوں، لیکن ہماری مراد اس سے یہ ہے، کہ ہر ایک قوم بہ حیثیت قومی
اور ملکی اپنی نسبی تاریخ کو بزعم خود صحیح تسلیم کرتی ہے مگر اکثر ایسا ہوتا ہے۔
اگر کسی قوم کی تاریخ میں انکی قومی فضیلت پر دھبہ لگانے والی بات
حوالہ قلم ہو، تو اُسے بالکل صحیح مان لیا جاتا ہے، اور اسپر غور نہیں کیا
جاتا، اپنی قومی فضیلت کے تحفظ اور قیام کے واسطے طرح طرح کے
حیلے اور افسانے قصے بعید از عقل اور گمان گھڑ لئے جاتے ہیں، اور
اُن کی صحت پر پورا اعتبار رہتا ہے، اگر اس کی مثالیں یہاں درج
کی جاویں تو طول ہو جانے کا اندیشہ ہے، پھر بھلا کس کی تاریخ
صحیح مانی جاوے۔

---

[1] کیومرث مؤرخین کے نزدیک دنیا کا پہلا بادشاہ ہے، جس نے دنیا پر حکومت کرنے کی بُنیاد ڈالی۔

[2] آدم علیہ السلام عیسائی یہودی مسلمانوں کے نزدیک تمام موجود انسانوں کے باپ ہیں۔

۷۸۶

دیباچہ

میوات کی مکمل تاریخ آجتک نہیں لکھی گئی، البتہ بعض تاریخی وقائع کو فارسی مؤرخوں نے ضرور لکھا ہے، لیکن نسب کے متعلق کچھ نہیں لکھا، ہندو مؤرخوں نے اُن کے حالات کو یوں قلم انداز کر دیا، کہ اُنکے نزدیک انسان ترکِ مذہب سے شودر ہو جاتا ہے، پھر بھلا شودروں کی کون تاریخ لکھے، چنانچہ ہندوستان میں ایسی بیشمار قومیں ملیں گی جن کی نسبی تاریخیں بدیں وجہ ضائع ہو گئیں، اور ہوتی جا رہی ہیں، عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ اُن کی نسبی تحقیقاتیں کی جاویں گی۔

ہماری نظر میں میواتی قوم کے نسبی و تمدنی حالات کے تذکرہ کی دو کتابیں[1] ایسی گذریں، جن میں اس مرحوم قوم کے کچھ حالات قلمبند کیے گئے ہیں، ہمنے اُن کو بغور دیکھا، بجائے اس کے ہم اُن کا شکریہ ادا کرتے، اُلٹا رنج ہوا، کیونکہ ہر دو صاحبان نے میواتی قوم کے نسبی اور تمدنی حالات بیان کرنے میں ایسی غلطیاں کھائی ہیں، جو ناقابلِ بیان[2] ہیں،

---

[1] تاریخ ضلع گوڑگانوہ مؤلفہ سید الطاف حسین اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر،

[2] تاریخ بلند شہر مؤلفہ

[3] مثلاً ہمارے بزرگوار مولوی الطاف حسین صاحب میواتی گوتوں اور پالوں کی وجہ تسمیہ میں اس طرح خامہ فرسائی فرماتے ہیں کہ چھکلوت کا شرف اُٹلی چھنکہ نیچنے والا، ڈیروت کا بزرگ

اُن کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ میواتی قوم بحیثیت قوم ایک مجموعۂ اقوام ہے جو چھتریوں کی مختلف شاخوں سے جدا ہو کر مسلمان بنکر میوات میں آباد ہو گیا ہے، پھر بھلا تاریخ کہاں، یوں ہی بے سند واقعات کو درج کر دیا ہے، مگر اُنھیں یہ خیال نہیں رہا، کہ تاریخ غلط قصے کہانیوں کا نام نہیں، بلکہ معتبر ذرائع سے اسکا ثبوت دینا واجب ہے، تاریخی تحقیقی واقعات وہ ہوتے ہیں، کہ اُن کے جھٹلانے میں کتنی ہی سعی کی جاوے، وہ جھوٹی نہیں ہو سکتی، میرے پاس اس کی مثالیں موجود ہیں، اور میوات کے اہم واقعات کے متعلق ایسی خبریں موجود ہیں، کہ کسی باقاعدہ دلیل سے اُن کی تکذیب نہیں کی جا سکتی، تاریخی تحقیق کوئی من مانی گھر جائی بات نہیں جسکو چاہو جھوٹا کہدو، جسکو چاہو سچا کہدو، البتہ یہ سوال بڑا ہی عجیب ہے کہ آج اس زمانہ میں مجھ جیسا غریب و بیکس درماندۂ علم و ہُنر تاریخ لکھنے پر آمادہ ہوا، جسکا جواب خود میواتی قوم بزبانِ حال دے رہی ہے تھوڑا عرصہ ہوا، کہ ہماری کان میں یہ آواز آئی تھی کہ بعض برادرانِ قوم تاریخ میوات لکھے جانے کا اہتمام کرتے ہیں، مگر بعد میں اسکا ذکر تک نہیں سُنا، اُن سے بھی قبل جناب منشی محمد چاند خاں صاحب ساکن مروڑی نے اُسپر خاص توجہ کی تھی، مگر اُن کی عمر نے وفا نہ کی، اور وہ

بقیہ صفحہ ۶ ڈیرہ بجانے والا، پوندلوت یا پنگلوت کا پونگی بجانے والا، دہلوت کا بزرگ دھول میں لوٹنے والا، کوئی پاگل آدمی، بالوت کا بزرگ اندھا، بالو نام کسی کمینہ قوم کا آدمی تھا، واہ کیا خوب علیٰ ہذا القیاس +

جلدی ہی اس دار فانی سے رخصت ہوگئے، لیکن زمانہ کا رواج برابر تقاضہ کر رہا تھا کہ میواتی قوم کی تاریخ لکھی جاوے، جس نے ہمیں مجبور کردیا، اور ہم اپنی بعض دوستوں کی ہمت دیکھکر تاریخ لکھنے پر آمادہ ہوگئے، اور ہمنے تاریخی حالات دریافت کرنے کے لئے قومی کبیشروں کی طرف توجہ کی، پرانوں وغیرہ سے بھی کام لیا، میوات کا سفر بھی بدیں غرض طے کیا، کہ میوات کی مشہور روایتوں اور حکایتوں کا پتہ لگایا جاوے، اور اُن کی جانچ پڑتال کی جاوے، گوت اور پال کی بھی پوری پوری تحقیق اپنے قومی بزرگوں سے کی گئی +

بعض جگہ نسب ناموں میں ٹاڈ راجستان سے بھی کام لیا ہے، جو اکثر پرانوں اور کبیشروں کی کتابوں کا خلاصہ ہے، کوئی ایک واقعہ بھی ہمنے ایسا درج نہیں کیا ہے، جس کی ہمارے پاس کبھی نہ کسی واسطے سے سند نہ ہو، تاریخی وقائع کے متعلق ذیل کی کتابوں سے بھی کام لیا ہے، اگر کسی کو شک ہو، تو رفع کرلے، اور میرے بیان کی تصدیق

لہ میوات میں ان قومی کبیشروں کو جگا کہتے ہیں، ہر ایک گوت اور پال کے جُدا جُدا کبیشر ہوتے ہیں، اور وہ ہی اپنا قدیم چھتری دستور کہ جس میں قومی کبیشروں کی بڑی قدر و عظمت رکھی گئی ہے، ہر ایک کبیشر نے جو کسی پال یا گوت کا جگا ہے، اُس نے تمام پال یا گوت کا نسبی حال لکھ رکھا ہے، بلکہ وہ کبیشر ہے، یہ کبیشر قدیم زمانہ سے چھتریوں میں موجود تھی، جو اب تک اُن کی ہی پس ماندہ نسلیں چلی آتی ہیں، اور ان کا وہی قدیم دستور میواتی اقوام میں جاری ہے +

کرے۔ جامع التواریخ، منتخب التواریخ، تاریخ فیروزشاہی، تاریخ بابری، تاریخ فرشتہ، حکایات مولوی محبوب علی صاحب، تاریخ الور، طبقات ناصری، توریت بزبان عبری ترجمہ عربی، تاریخ ہند مولوی ذکاء اللہ تاریخ ابوالفدا +

پیدائش نوعِ انسان

تقریباً دنیا کے اکثر باشندوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے، کہ ساری دنیا کے انسان ایک ہی انسان کی اولاد ہیں، اور وہ انسان آدم صفی اللہ

ے۱ بڑی معتبر کتاب ہے، مولوی عبدالقادر صاحب بدایونی کی تالیف ہے، جو جلال الدین اکبر کے زمانہ میں لکھی گئی ے۲ ضیاء الدین برنی نے فیروزشاہ کے زمانہ کی تاریخ لکھی اور بڑی معتبر ہے ے۳ تاریخ بابری خود بابر نے اپنے دست قلم سے لکھی ہے، جو تزک بابری کے نام سے مشہور ہے ے۴ تاریخ فرشتہ بہت مشہور کتاب ایک مسلمان مؤرخ کی ہے ے۵ اس نام کا ایک رسالہ قلمی ہمکو ملا تھا، جو مولوی محبوب علی صاحب کی سخت جان کا ہی نتیجہ ہے +

ے۶ یہ کتاب منشی محمد مخدوم سابق تحصیلدار تجارہ ریاست الور کی تصنیف ہے، جنہوں نے ریاست الور کی مکمل تاریخ لکھی ہے ے۷ طبقات ناصری یہ کتاب ناصرالدین محمود کے زمانے میں ۶۵۸ھ ہجری میں منہاج سراج نے فارسی زبان میں لکھی ہے، بڑی معتبر کتاب ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ آج کل نایاب ہوگئی ہے، ے۱۱ تاریخ ابوالفدا۔ یہ کتاب اسمٰعیل بادشاہ حماۃ ملک عرب نے ۷۲۵ھ ہجری میں دنیا کی تاریخ پر لکھی +

ہیں، اس بات کے دریافت کرنے کے لئے مغربی محققوں نے بڑا سر
مارا ہے، اور وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں، کہ بیشک ساری دنیا کے انسان
جس انسان کی اولاد ہیں وہ آدم علیہ السلام تھا، اس بات میں مذہبی
حیثیت سے عیسائی، یہودی، مسلمان متفق ہیں، جیسا کہ اُن کی مذہبی کتابوں
توریت، انجیل، زبور فرقان میں ایسی بیشمار آیتیں موجود ہیں، جنکو ملاحظہ فرمائیے
توریت کتاب پیدائش باب پانچ آیت ایک جسکا اُردو ترجمہ یہ ہے،
کتاب پیدائش آدمؑ کی جس دن پیدا کیا خدا نے آدمی صورت پر خدا کے
بنایا اسکو۔ آیت ٢ نر و مادہ پیدا کیا اُنکو اور برکت دی اُنکو خدا نے۔
پکارا دن پیدائش کے انکا نام آدمؑ باب اول آیت ٢٦ اور کہا خدا نے
بنایا آدمؑ کو ہمنے اپنی پرچھائی سے، مانند اپنی شبیہ کے، اور وہ غالب
ہوا مچھلیوں دریا پر، اور پرند آسمانوں پر اور چوپاؤں زمین پر اور سب
زمین کے رینگنے والوں پر، جو رینگتے ہیں زمین پر، قرآن مجید پارہ
اول آیت ٣٠ اور جب کہا، اے محمدؐ تیرے رب نے فرشتوں کو
مجھے بنانا ہے زمین پر ایک نائب، اور آیت ٣٦ اور تمکو زمین پر ٹھیرنا
ہے، اور برتنا ہے ایک وقت تک اس قسم کی بہت آیتیں ان الٰہی
کتابوں میں موجود ہیں، یہ جو الفاظ ہمنے اپنے مدعا کے اس بات میں
پیش کیے ہیں یہی ہیں، جو الہام کی زبان سے نکلے ہیں، جس طرح ان
آیتوں پر عیسائی، یہودی، مسلمان ایمان رکھتے ہیں، اسی طرح میں رکھتا
ہوں، اور درحقیقت دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں ہے، جو پیدائش

انسانی کے سلسلے کو اس تفصیل کے ساتھ بیان کرے، جیسا کہ توریت کے
ملہم نے بیان کیا ہے، دیکھو بیان پیدائش عالم، اہل ہند گو کہ وہ بنا بریں
ایک ارب پچانوے کروڑ اٹھاون لاکھ چار ہزار برس تسلیم کرتے ہیں
برخلاف اہل فارس کے کہ انہوں نے آفرینش انسان کو دو لاکھ کے
قریب مانا ہے، اور ان دونوں صاحبوں ہندیوں فارسیوں کے
پاس شجرہ نسب ایک لاکھ سال کا بھی نہیں، صرف یہ بات اُن کی ایک
اٹکل ہے، مسلمان، یہودی، عیسائی پیدائش انسان کو سات آٹھ ہزار
برس سے زیادہ نہیں تبلاتے ہیں۔ اور ان کی مذہبی کتابیں (توریت انجیل
فرقان وغیرہ) بھی اسی کے موافق فیصلہ کرتی ہیں، شجرہ نسب بھی سات
آٹھ ہزار سال کا اُنکے پاس موجود ہے، توریت میں ایک کتاب پیدائش
کے نام سے مشہور ہے، جس میں آدم سے لیکر تمام بنی نوع انسان
کا زمین پر پھیلنا اور آباد ہونا اور انبیا اللہ کے نسب نامہ وغیرہ وغیرہ اس
تفصیل کے ساتھ بیان ہوئے ہیں کہ اس سے تمام دنیا کی الہامی کتابیں
(جو دنیا نے الہامی مان لی ہیں) خالی ہیں، البتہ اس ایک بات میں
تمام دنیا کے انسان بلا کسی نزع کے اتفاق کرتے ہیں کہ نوع انسان کے
پیدا ہونے اور پھیلنے کی جگہ وسط ایشیا ہے، یہیں سے یورپ آباد ہوا
یہیں سے افریقہ، نیز ساری دنیا یہیں سے آباد ہوئی، عیسائی، یہودی
مسلمان بنا بر توریت یوں تسلیم کرتے ہیں۔ کہ آدم علیہ السلام یہاں آباد
ہوئے اور ان سے یہاں توالد تناسل جاری ہوا، آدم سے لے کر

نوح علیہ السلام تک کا نسب نامہ یہ ہے، کہ آدمؑ سے شیث پیدا ہوا، اور شیث سے انوس پیدا ہوا، انوس سے قینان پیدا ہوا، قینان سے مہلائیل اور مہلائیل سے یارد پیدا ہوا، بارد سے خنوخ پیدا ہوا، خنوخ سے متوشلخ پیدا ہوا، متوشلخ سے لامک پیدا ہوا، لامک سے نوح پیدا ہوا، ملاحظہ ہو کتاب پیدایش باب پانچ آدم سے لیکر نوح تک دس نسلیں ہیں جنکو مان لیا گیا ہے، مگر یہ معلوم نہیں ہوتا، کہ اس قدر عرصہ میں (جسکو بقدر تین ہزار سال بتایا گیا ہے) کس قدر دنیا آباد ہوئی، اور کہاں کہاں کس کس کی نسل آباد ہوئی، اس لئے اس درمیانی تین ہزار سال کے تاریخی واقعات نہایت تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں (بہ استثنا اُن تذکروں کی جو توریت میں بیان ہوئے ہیں) نوح علیہ السلام جنکو آدمؑ ثانی کہا جاتا ہے انکے زمانے میں دنیا میں سرکشی حد سے گذری، تو خداوند کریم نے اس اولادِ آدمؑ کی ہدایت کے واسطے نوح علیہ السلام کو نبی اور رسول بناکر بھیجا، نوح کی قوم بت پرست تھی، قرآن نے بھی اس بات کا ذکر صاف لفظوں میں کیا ہے، اُن کے بتوں کے نام بھی بتائے ہیں، جو اُس زمانے میں پوجے جاتے تھے، حضرت نوح اُن کو وعظ سناتے، تو وہ قوم اسکا گلا گھونٹتی، اور پتھروں سے مارتی، وہ خدا کا سچا نبی بیہوش ہوجاتا، وہ لوگ یہ جانتے کہ مر گئے ہونگے، تب چھوڑتے، پھر آپ کو ہوش آتا، تو فرماتے کہ اے بار الٰہ میری قوم کو مغفرت اور ہدایت کی راہ دکھلا۔ یہ لوگ جاہل ہیں اور جانتے نہیں، یہی حالت

مدت دراز تک گذری، اور اس سے بھی زیادہ بد طینت آدمی ہو گئے، جو قرن آیا، بدتر ہی آیا، پچھلے اگلوں سے زیادہ خبیث ہوئے، جب اسی طرح سے ایک مدت گذری، اور اس الٰہی ریفارمر کی بات کسی نے نہ سُنی، تو نوح نے بدرگاہ الٰہی شکوہ کیا، اور اپنی قوم سے مایوس ہو کر بد دعا کی، جسکا ذکر قرآن مجید کے پارہ ۲۹ سورہ نوح میں بڑے دلچسپ پیرایہ میں ہوا ہے، دُعا مقبول ہوئی، جناب باری سے ارشاد ہوا، کہ کشتی بناؤ تب حضرت نوح نے کشتی بنائی، ان کی قوم کے لوگ استہزاً کہتے تھے کہ اے نوح اول تو نبی بنا، نبوت کی پیش نہ گئی، تو بڑھئی بنگیا، کشتی تیار ہوئی ہی تھی، کہ اللہ کا وعدہ آگیا، تنور نوح سے پانی اُبل پڑا، چالیس روز تک آسمان سے موسلا دھار بارش ہوئی، دنیا میں پانی پھیل گیا، نوح نے اپنے تمام کنبہ دار اور وہ لوگ جو اُنپر ایمان لائے تھے، کشتی میں سوار کر لئے، یوں بھی کہتے ہیں کہ وہ چھ آدمی تھے، بعض کہتے ہیں کہ وہ اسی نفر تھے، انہیں میں سے ایک جرہم اولا تھا۔ اور وہ تمام زبردح حیوانات جنسے نسل انسانی کو نفع ہو اپنے ساتھ کشتی میں سوار کر لیا، پانی نے یہاں تک چڑھاؤ کیا، کہ پہاڑوں سے بھی پندرہ گز اونچا چڑھ گیا، اس طوفان میں جن کے نتھنوں میں دم تھا، سب ہلاک ہو گئے، درخت سب گل گئے، پانی کے نازل ہونے اور خشک ہونے میں چھ ماہ اور دس یوم کا عرصہ تھا، کہتے ہیں۔ کہ جب حضرت نوح کشتی میں سوار ہوئے، تو دس ماہ رجب گذر چکی تھی، اور

دسویں تاریخ آب کی تھی کشتی پہاڑ پر جو جودی کے نام سے موصل نزیل مشہور ہے، ٹھیری تھی، ابن الاثیر کہتا ہے، کہ مجوسی لوگ طوفان نوح کا انکار کرتے ہیں۔ الا، بعض جو اقرار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں، کہ یہ طوفان بابل اور اس کے قرب جوار میں آیا تھا، لیکن کیومرث کی اولاد مشرق میں رہتی تھی، اس لئے انکے پاس طوفان نہیں آیا، اسی طرح سے اہل ہند اور فارس اور چین کے لوگ بھی طوفان نوح کا انکار کرتے ہیں۔ چونکہ نوح کو آدم ثانی کہا جاتا ہے، اس لئے اس کی اولاد کا حال حوالہ قلم کرتے ہیں، اس وقت جتنے اہل ارض ہیں۔ یہ نوح کی اولاد ہیں، کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ کر دیا ہمنے سب کو اولاد نوح اور وہی باقی ہیں۔ توریت سے ثابت ہے کہ نوح کے تین فرزند پیدا ہوئے، سام کی اولاد میں عرب، روم فارس کے آدمی ہیں، حام کے حبشی یافث کی اولاد میں ترک یاجوج ماجوج فرنگستان کے رہنے والے ہیں۔ کنعان جس سے

۱ے آب ایک رومیوں کا مہینہ ہے، جو انگریزی مہینے اگست سے ملتا ہے +

۲ے ابن الاثیر عرب کا ایک مشہور مورخ ہے، جس کی کتاب کامل ابن الاثیر علم تاریخ میں ایسی مشہور ہے، کہ عربی زبان میں شاید ایسی اچھی تاریخ نہیں لکھی گئی ہے، +

نوٹ۔ تورات کئی ہیں، تورات عبرانیہ، تورات سامری، تورات یونانیہ، جن میں تورات عبرانیہ کے نسخہ کو زیادہ معتبر بتایا گیا ہے، جس کے بارہ بابوں کا ترجمہ اور تفسیر سر سید مرحوم بانی علی گڈھ کالج نے لکھا ہے، اور وہ مسلمانوں کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے +

شام آباد ہوا نوح سے تیسری پُشت میں ہے، ابن الاثیر کہتا ہے، کہ اہل کنعان، کنعان بن سام کی اولاد ہیں، لیکن سام سے جو چند بیٹے پیدا ہوئے اُن میں سے ایک لاوذ ابن سام ہے، لاوذ سے فارس اور جرجان اور طسم عمالیق جو کہ باپ ہے عمالیق کا پیدا ہوئے انہی میں پیدا ہوئے انہی میں سے قدیم زمانے کے سلاطین شام اور فراعنہ مصر ہیں۔ مگر اولاد طسم کی یمامہ میں بحرین تک جا رہی تھی، اور سام کے بیٹوں میں سے ایک ارم بن سام ہے، اس ارم سے چند فرزند پیدا ہوئے، ان میں ایک عاسر بن ارم ہے، عاسر سے ثمود۔ اور جدیس پیدا ہوئے۔ ارم سے عوص، عوص سے عام، ارم کے اولاد کی زبان عربی تھی، اور ان کی اولاد حضر موت تک جا رہی تھی، اور اولاد ثمود کی عجم میں جا رہی تھی، ابو عیسیٰ مغربی کہتا ہے کہ اولاد نوح جبکہ بعد طوفان کے پھیل گئی، اور بہت کثرت ہوئی تو سب نے مشورہ کیا۔ کہ ایک برج ایسا بنا...

سلے قدیم زمانہ میں ملکوں اور شہروں کے اور قوموں کے نام اپنے اہلی مورثوں کے نام پر رکھنے کا دستور تھا، چنانچہ پرانی دُنیا کے اکثر شہروں اور ملکوں کے نام اب تک وہی بولے جاتے ہیں، چین، روم، عرب، فارس، شام، دمشق، یونان، ہند، سندھ، وغیرہ وغیرہ قدیم مورثوں کے نام ہیں ÷

سلے ابو عیسیٰ مغربی ایک عربی مؤرخ کا نام ہے ÷

سلے ثمود ایک قوم تھی جس میں صالح علیہ السلام نبی ہو کر آئے تھے اور انکا ذکر قرآن میں کئی جگہ آیا ہے اس قوم نے ہود اور صالح کو جھٹلایا تھا تب اللہ نے انپر کئی طرح کے عذاب نازل کئے

کہ دوسری بار طوفان آئے تو ہمکو گزند نہ پہنچے، اور ہم بچ رہیں، اس سبب کی راہ متفق ہوئی، کہ اول ایک برج بناؤ، اور اسپر دوسرا بناؤ، اسی طرح سے انہوں نے ۷ برج بنا ڈالے، ایک سے ایک بڑا تھا، اس بات کا بدلہ اللہ نے یوں لیا، کہ اُن کی زبانیں متفرق کر دیں، تاکہ ایک دوسرے کی بولی نہ سمجھیں، جب اللہ نے زبان بدل دی، تب اولاد نوح جدا جدا ملکوں میں جا بسی، سام کی اولاد عراق اور فارس ہندوستان تک اپنے قبضے میں لائے اور حام کی اولاد جانب جنوب جو زمین مصر سے ملی ہوئی ہے، جا بسے، اور یافث کی اولاد کو وہ ملا، جو بحر خضر کہلاتا ہے، اسی طرح مشرق میں چین تک قابض ہو گئے، جبکہ اولاد نوح متفرق ہو گئی، کل ۲۷ فرقے تھے اس سے پہلے ہندوستان میں بنی نوع انسان کی آبادی ہونے کی صحیح تاریخ ہمکو نہیں ملی، ہندوؤں کے پاس جو اس زمانے کی تاریخ ہے، وہ ایسی حیرت انگیز ہے، کہ اُس سے صحیح نتیجہ نکالنا غیر ممکن ہے، اس لئے ہمارے پاس کوئی تاریخ کا ثبوت ایسا نہیں ہے، جس سے ہم ثابت کریں، کہ نوح سے پہلی بھی ہندوستان میں آبادی تھی، توریت میں بھی ہندوستان کی آبادی کا حال نہیں ہے، پس ہم بتا چکے اور ثابت کر چکے ہیں، کہ نسل انسانی آدم سے چلی ہے، اور تمام موجودہ انسانوں کا ایک ہی مورث ہے جو لوگ اس کے خلاف ہیں، اُن کے کئی فرقے ہیں، ایک تو یہ کہتا ہے کہ بنی نوع انسان کا سلسلہ نسب ایک ہی شخص سے جاری نہیں ہوا،

(یعنی جس طرح سے مسلمان، یہودی، عیسائی وغیرہ وغیرہ قومیں تسلیم کرتی ہیں، بلکہ انسانی پیدائش مادی ترقیات کا ادنیٰ نمونہ ہے۔

دوسرا یہ کہتا ہے۔ کہ کئی ایک آدم ہوئے ہیں، فارسیوں کا آدم کیومرث ہے، ہندوؤں کا برہماجی، فرقہ اول تو محض گمراہ ہے، اس کے لئے دلائل کی ضرورت نہیں، یہ لوگ، وہ ہیں جن کے دلوں پر مہر ہو چکی ہے۔ بہرے ہیں کہ سنتے نہیں، اندھے ہیں، کہ دیکھتے نہیں، انہوں نے اپنی عقول سلیمہ سے کام نہیں لیا، اس لئے وہ اولی الالباب کی جماعت سے خارج ہے، جن کے پاس کچھ بھی سرمایہ عقل ہے، وہ سمجھ سکتے ہیں کہ قوانین قدرت سے ہم اس بات کا یقین کرتے ہیں، اور دیکھتے ہیں، کہ تمام جاندار جو گرم اور سرد ملکوں کے رہنے والے ہیں، وہ سب اپنے پاس ایک ایسا قدرتی لباس رکھتے ہیں کہ جو اُس ملک کی سکونت کے لئے نہایت ہی مناسب ہے، جس سے سرد ملکوں کے جانور سردی سے بچ سکتے ہیں، اور گرم ملکوں کے جاندار گرمی سے محفوظ رہ سکتے ہیں، برخلاف اس کے کہ ہم انسان کو دیکھتے ہیں، وہ ننگا پیدا ہوتا ہے، اور کوئی پیدائشی سامان گرمی سردی سے بچنے کا اس کے پاس ہرگز نہیں ہوتا۔ اس سے سوا اس کے کیا ہو سکتا ہے، کہ قادر علی الاطلاق کا منشا یہ تھا، کہ زمین پر ایک ایسا جاندار پیدا

سلہ آج کل کے فرضی فلسفی اور دہریہ وغیرہ بھی ایسا ہی کہتے ہیں، بعض نئی روشنی کے دلدادہ بھی اس کے قائل ہوتے جا رہے ہیں۔

کیا جاوے، جس کی اولاد تمام گرم اور سرد ملکوں میں آباد ہوا اور بلحاظ
ہر ملک کے وہ خود اپنا سامان گرمی اور سردی سے محفوظ رہنے کا بہم
پہنچا لیا کرے، خدا کے نائب فی الارض کرنے کے آدم کو یہی معنے ہیں
کہ انسان خود تمام اشیاء ارضیہ سے ایک متمیز حیوان ہے، اور اسکو
تمام پر برتری حاصل ہے، قرآن کریم میں خالقِ ذوالجلال کا فرمان ہے،

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

ترجمہ:- وہی اللہ ہے، جس نے تمام اشیاء ارضیہ کو تمہارے واسطے
پیدا کیا، اللہ اللہ قرآن کریم نے تمام دنیا کے فرق باطلہ کا بہت احسن
پیرایہ میں جواب دیا ہے، اسی وجہ سے اسکا نام قرآن[1] ہے، انگلستانین
حکماء مورخین جنس انسان کے دریافت کرنے میں بڑے پریشان ہوتے
ہیں، اور اس حقیقت کو معلوم کرنے کے لئے انہوں نے بڑی ہمت
اور دوربینی سے کام لیا ہے، تسلیم کرتے ہیں، کہ تمام انسانی جنسیں ایک
ہی ذخیرہ سے نکلی ہیں، ہرنٹل اسمسٹ ہرنٹل جو ایک زبردست خواص
الاشیاء کا عالم ہوگذرا ہے، وہ کہتا ہے کہ تمام انسانی جنسیں تین

---

[1] علامہ زمخشری صاحب کشاف جو ایک مشہور اسلامی فلاسفر ہیں وہ لکھتے ہیں کہ
قرآن میں ایک ہزار قصص اولین ایک ہزار مثل ایک ہزار وعدہ وعید ایک ہزار امر ایک ہزار
نہی چھ سو کے قریب نست حرمت کے بیانات سیکڑوں کافروں کے مناظروں کا وہ بیان ہوا
ہے، ترغیب و ترہیب میں جو شان قرآن کی ہے، اس سے دنیا کی تمام کتابیں خالی ہیں، کسی نے
کیا اچھا کہا ہے، جمالِ نورِ قرآن نورِ جانِ ہر مسلمان ہے + قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآن ہے

تین ہیں، پہلی قسم بلند قامت ریشدار اور دوسری قسم بے ریش متوسط
القامت، تیسری قسم مرغولی پیچیدہ مو۔ اگرچہ اُن کی فروعات سدا
ہیں۔ ایران، عرب، کشمیر، ہند، افغانستان، فرنگستان میں اقوام
ریشدار ہیں، دوسری قسم بے ریش تاتاری قومیں، اور تیسری قسم
مرغولی پیچیدہ مو، کہ وجود انکا حیوان ناطق ہے، تاتاری قوموں میں
پاؤ گے، کہ ریش بالکل نہیں، سر کے بال سیدھے، اور موٹے اور
سخت، چُندہی آنکھ، کلا بھاری، یہ اختلافات بھی جنسی نہیں ہے،
بلکہ آب وہوا کے اختلافات جنکے سبب سے باشندوں کی
بناوٹ اور رنگوں میں مرور زمانہ سے تبدیلی واقع ہو جاتی ہے، انہی
میں سے یہ اختلافات بھی ہیں، کہ یورپ میں سفید، افریقہ میں سیاہ،
ایشیا میں زرد، امریکہ میں سرخ، یہ ظاہری تبدیلیاں ہیں، جہاں کہیں
گرمی سخت ہوتی ہے تو وہاں کے باشندے سیاہ ہوتے ہیں،
جہاں اس کی شدت کم ہے، جیسی کہ ابی سینا میں، تو وہاں کے آدمی
کم کالے ہوتے ہیں، جہاں کہیں وہ بہت کم ہے جیسی کہ یورپ اور
نیچے کے حصہ ایشیا میں، وہاں پر سفید انسان ہوتے ہیں ان اختلافات
کے سوا سینکڑوں اختلافات جنس انسانی میں پائے جاتے ہیں،
جنکو ہم نامعلوم سببوں سے منسوب کرینگے، اب ایک سوال ان

نوٹ: یہ تمام تقریریں تاریخ چین جلد اول سے نقل کی گئی ہیں، جو زیادہ تشریح کے
طالب ہوں وہ تاریخ چین اور کرنل اسمتھ ہملٹن کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

فرق باطلہ کا رہ جاتا ہے، کہ ایک آدمی سے تمام دنیا کیونکر آباد ہوئی، انہیں معلوم ہوا کہ شمالی امریکہ کے باشندے ایشیا کے مقابل کے کناروں کے باشندے بآسانی پہونچ گئے ہونگے، اور جنوبی امریکہ کے باشندے بوسیلہ اس سلسلے حال کے دریافت کئے ہوئے گرم جزیروں کے جو درمیان دو براعظموں کے پھیلے ہوئے ہیں، ایشیا کے لوگوں سے آباد ہوئے ہونگے، اور امریکہ کا مشرقی جانب سے آباد ہونا، بوسیلے ان کشتیوں کے خیال کیا جاوے، جنکو طوفان اور ریلوں اور مخالف ہواؤں نے یورپ اور افریقہ کے کناروں سے لیجا کر وہاں پہنچا دیا، کیا اب بھی کوئی منصف شک کرے گا، کہ ایک آدمی سے نسل انسان کیونکر چلی، علم الالسنہ کی

سلہ اس قسم کی تقریر سر سید احمد خاں صاحب بانی علی گڈھ کالج نے اپنی تفسیر تورات میں بہت خوبی سے بیان کی ہے، سلہ زبانوں کے تحقیقی علموں کا نام علم الالسنہ ہے، آج کل اس فن میں بڑی بڑی مباحثہ اور مناظرہ ہو رہے ہیں، آریہ کہتے ہیں کہ سنسکرت زبان قدیم ہے اور تمام زبانوں کی اصل ہے، مسلمان محققوں کا قول ہے، کہ عربی زبان ہی ایک قدیم زبان ہے جسکو ام الالسنہ ہونے کا فخر حاصل ہے، خواجہ کمال الدین صاحب لاہوری مبلغ الاسلام نے اس مسئلہ پر بڑی دلچسپ تقریریں شایع کی ہیں، آپنے پرزور دلائل سے ثابت کیا ہے، کہ تمام زبانوں کی اصل عربی ہی ہے، ہمارے ایک میواتی بھائی نے بھی اس فن کی طرف توجہ فرمائی ہے، اور انہوں نے سنسکرت اور انگریزی کے ہزاروں الفاظ عربی ثابت کیے ہیں، جو عنقریب کتابی صورت میں شایع ہونگے، بعض یورپ کے فاضلوں کا بھی خیال ہے کہ عربی زبان ہی قدیم زبان ہے، یورپ اور ایشیا کی جملہ زبانیں عربی ہی سے نکلی ہیں، پس عربی ہی ام الالسنہ ہے اور یہی

تحقیق سے، اہل علم نے ایک اور عجیب بات پیدا کی ہے، مثلاً یہ کہ
ہندوستان کی زبان اکثر حصہ ایشیا اور یورپ کے زبانوں کی جڑ
ہے، اور اکثر وہ زبانیں جو شائستہ اور مہذب ہیں، اسی سے مشتق معلوم
ہوتی ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل یونان، اہل روم، اہل جرمن
اہل فرانس، اہل انگلینڈ، اہل ہند سب کا مسئلہ نسب ایک ہی ہے،
ٹاڈ راجستان کا وہ مشہور معروف مؤرخ جس کی تاریخ راجستان نے
ہندوستان کی تاریخ کو چار چاند لگا دیے ہیں، بڑے زور دار الفاظ
میں لکھتا ہے، دیکھو راجستان مطبوعہ لاہور میں ڈنکے کی چوٹ کہتا
ہوں، دعوے کے ساتھ، مستند تحقیقات کے ساتھ کہتا ہوں، کہ
ہندوستان میں جو جنگی قومیں ہیں، اور قدیم یورپ کی جو بہادر قومیں
تھیں، سب کا سلسلۂ نسب ایک ہی تھا، سب ایک ہی شجر کے پھل
پھول ہیں، سب کی رگ و پے میں ایک ہی خون و پرجوش جاری اور
ساری ہے، اس مسئلہ پر کہ ساری نسل ایک ہی آدم کی اولاد ہیں، اس

سلہ اس قسم کی تقریر مولانا ذکاء اللہ صاحب مرحوم نے اپنی تاریخ ہند میں بڑے
دلچسپ پیرایہ میں لکھی ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے ۔

سلہ یہ کتاب یورپین مؤرخ کی ہے، جو انگریزی زبان میں یہ عرصہ پندرہ سال راجستان
کے حال میں لکھی گئی، اسکا ترجمہ منشی دوارکا پرشاد صاحب افق لکھنوی نے کیا ہے، جو
لکھنؤ کے ایک مشہور زبردست فاضل تھے، جنہوں نے ہندوؤں کے قدیم تاریخوں
مہابھارت اور رامائن کا ترجمہ اردو زبان میں کیا ہے ۔

سے زیادہ دلائل کی ضرورت نہیں، یہ بات دنیا کے اکثر محققین[1] نے
تسلیم کرلی ہے، دنیا کی قدیم تاریخ میں جس قدر اختلاف ہے، حیرت میں
ڈالتا ہے، اگر ایک قوم کی تاریخ مشرق کو جاتی ہے، تو دوسری مغرب کو
رواں ہے، ہندوستان کے قدیم برہمنوں نے سورج بنسی، چندر بنسی
ناگ بنسی، آگ بنسی وغیرہ وغیرہ قومیں قرار دی ہیں اور بتایا ہے، کہ ان غیر
ارواح چندر اور سورج سے جو دو اجرائم فلکی ہیں، نسل انسان چلی ہے
اور آگ سے بھی انسانی نسل کا سلسلہ ملایا ہے، ناگنی کل بھی ایک قوم
قرار دی ہے، العیاذ باللہ کس قدر لغو اور جھوٹ ہے، ہندو قوم کی عزت
افزائی کے واسطے قدیم برہمن ایسا کرتے تھے، پرانوں میں اسقدر خلط
ملط کیا ہے، کہ توبہ بھلی، جہاں دیکھا، کہ ججمان یا راجہ داد دہش کرتا ہے
اور داتا رہے، وہاں آسمان پر چڑھا دیا، اور منہ مانگا دان مانگ لیا،
آرین چھتری قوموں میں اب تک دان پان کا رواج ہے، اور ایسے
ایسے داتار ہیں کہ نٹ بھاٹ اُن کے باپ دادا کی جھوٹی سچی مدحت سرائی
کریں، اور جی چاہیں جو مانگ لیں، اسی وجہ سے اس قوم کی تاریخ تاریکی
میں پڑ گئی، اور اصل بات کا ادراک مشکل ہوگیا، ہندو قوم طوفان نوح
کا بھی انکار کرتی ہے، اور کہتی ہے کہ طوفان نوح ہندوستان میں
نہیں آیا، ان کی یہ رائے صواب سے بہت دور ہے، اور اکثر محققین
کے برخلاف ہے، ٹاڈ صاحب[2] نے ویوست منو کو نوح قرار دیا ہے

[1] اکثر کے واسطے حکم کل کا ہے، عیسائی، یہودی، مسلمان اس مسئلہ میں اتفاق رکھتے ہیں
[2] تاریخ راجستان کے مؤلف کا نام ہے۔

اور اگنے طوفان کو طوفان نوح بتایا ہے، مگر ہاں جو سلسلہ چار پشت کا ملایا ہے وہ از روئے توراۃ صحیح نہیں معلوم ہوتا، برہما جی کو جسے پرانوں میں ہند و نسل کا آدم قرار دیا ہے، اس سے دیوست منو کو پانچویں پشت میں قرار دیا ہے، جسکو دیوسوم عوف سورج کا بیٹا بتایا ہے، منوجی کا کشتی بنانا اور اس میں تمام زیرحوں کا امن لینا اور طوفان کا عام ہونا بتلاتے ہیں، اور دنیا کی تاریخ میں تطبیق دیتے ہیں، فارسیوں نے چھٹی کر دی وہ کہتے ہیں، کہ ہمارے ہاں طوفان نہیں آیا، ہمارے

جہاں ٹاڈ صاحب نے یہ تقریر کی ہے، اسپر نظر ڈالنے سے یہ بات ذہن نشین ہوجاتی ہے، کہ یہ دونو واقعے ایک ہی ہیں، منشی دوارکا پرشاد صاحب مرحوم جنھوں نے راجستان کا ترجمہ کیا ہے، وہ حاشیہ چڑھاتے ہیں کہ یہ واقعہ یعنی ست منوجی کا ست جگ کا ہے، جسے ٹاڈ صاحب طوفان نوح سے ملاکر پانچ ہزار برس کا بتاتے ہیں، ہندوؤں کی مقدس کتاب اگنی پران میں اسکا ذکر یوں ہے، کہ جب شنکھاسر کی ریاضت و عبادت حد سے گذری، اور خوارق عادات میں کمال حاصل ہوا، تو چاروں وید چرا کے دریا شور میں روپوش ہوگیا، دنیا سرچشمۂ فساد بن گئی، دیوتا چیخ اٹھے، رکھیشروں پر قیامت ٹوٹی، آخر شری نشن جی نے چیت کے پنچمی کو کرشن پاکھ میں مچھ اوتار لے کے اوتار لیا، قلزم شور میں شنکھاسر کو مار کر وید حاصل کیے، اور ویدوں کا از سر نو پرچار کیا،

متس پران میں درج ہے، کہ جب ایشور نے برلے کا ارادہ کیا، تو دیوست منوجی کو اول کشتی بنانے کا حکم کیا، انھوں نے بحکم ایشور کشتی بنائی اور تمام زیرحوں کے تخم بہم پہنچائے اور اس طرح انھوں نے طوفان سے نجات پائی، ختم ہوا کلام منشی دوارکا پرشاد کا۔

بادشاہوں کی سلطنت کبھی منقطع نہیں ہوئی، اول سے ہمیشہ بادشاہ
علی التواتر سلطنت کرتے چلے آئے ہیں، فارسی اپنا آدم کیومرث کو
قرار دیتے ہیں، مگر ان فارسیوں کی تاریخ میں بڑا اختلاف ہے،
اسی وجہ سے یہ کہا جاسکتا ہے، کہ تمام دنیا میں قومی خیالات کی وجہ
سے تاریخی اصلیت میں ضرور فرق پایا جاتا ہے، واللہ اعلم بالصواب

ہندوستان کی قومیں

ہم اگلے صفحوں میں بتا آئے ہیں، کہ نسل انسان آدم سے چلی اور طوفان
نوح کا عام ہونا اور دوبارہ نوح کے تین بیٹوں کا دنیا میں آباد ہونا اور
ملکوں میں انکا منتشر ہونا، بالتفصیل بیان کر چکے، چونکہ دوسرے ملکوں
کے باشندوں سے میواتی قوم کا تعلق نہیں، اس لئے وہ قلم انداز
ہیں، ہم صرف ہندوستان کی قوموں کے حالات بیان کرتے ہیں۔
جن سے میواتی قوم کا تعلق ہے، راویان معتبر نے بیان کیا ہے، کہ
اول جب نوح کی اولاد دنیا میں پھیلی، تو یافث بن نوح نے بحکم
اجازت پدر بزرگوار ایشیا کوچک سے چل کر ہندوستان کو آباد
کیا، اللہ تعالیٰ نے اُس کی اولاد میں برکت دی، اس سے چھ فرزند
پیدا ہوئے، جن کی نسل سے قدیم ہندوستان آباد ہوا، انکے نام[1] یہ ہیں،

---

[1] ہندیہ نام بجنسہ اپنے بزرگوار منشی محمد یار خاں صاحب مرحوم کی بیاض بنام

ہند[۱]، سندھ[۲]، بنگ[۳]، پورب[۴]، دکن، نہروال، ہند ایک بڑا فصیح اللسان اور مدبر آدمی تھا، اُس نے ہندوستان کو بہت رونق دی، کوہ ہندوکش اسی ہند کی یادگار ہے کہ وہ اِس راستہ سے جہاں کوہ ہندوکش واقع ہے، ہندوستان میں داخل ہوئی تھی، کول، بھیل، دراوڑ، سنتھال وغیرہ وغیرہ، جو ہندوستان کی قدیمی قومیں بتائی جا سکتی ہیں، اُنہیں چھ فرزندوں کی اولاد ہیں، جب ہندوستان آباد ہو رہا تھا، اور یہ وحشی قومیں اپنا قدم ہندوستان میں جما رہی تھیں، اُدھر سام کی اولاد جو فارس اور عرب وغیرہ میں آباد ہو گئی تھیں انہوں نے دیکھا، کہ یافث کی اولاد اپنی زندگی کو خوشی اور خرمی سے بسر کر رہی ہیں، تو آتش حسد بھڑک اُٹھی، جو انسانی خمیرہ میں واقع ہوتی ہیں، اور یورش کر کے کوہ ہندوکش کی طرف سے درخیبر کے راستہ سے ہندوستان کو فتح کر لیا، اور ہندوستان میں ملتان کے کنارے کنارے بستیاں آباد کیں، اور آریہ زبان کا رواج دیا، جو سنسکرت کے نام سے مشہور ہے، اِسی زبان میں وید تحریر ہوئی، زمانہ حال میں جبکہ علم الالسنہ پر بڑی بڑی طویل کتابیں لکھی جا رہی ہیں، اور انکی

بقیہ صفحہ ۲۴ شجرۃ المخلوقات سے نقل کئے ہیں، آپ نے ایک کتاب اس نام کی لکھی تھی، جس میں اہتمام کیا تھا، کہ تمام دنیا کے شجرۂ انساب اس میں درج ہوں اور اسکا نفع عام ہو، مگر وہ کتاب تمام نہ ہوئی تھی، کہ آپ انتقال فرما گئے، اور کتاب ناتمام رہی ۶۲

نوٹ: یافث بن نوح کے بیٹے ان بیٹوں کے سوا اور بھی ہونگے جنکے

مصنفین نے سنسکرت زبان کو ایک قدیم زبان قرار دیا ہے، اس سے
نتیجہ نکالا ہے، کہ سنسکرت زبان یورپ کی اکثر زبانوں کی اصل ہے، اس
وجہ سے یقین ہو جاتا ہے، کہ اہل جرمن، اور اہل فرانس اور اہل انگلینڈ
اور آریہ قومیں سب ایک ہی ہیں، آرین قوموں کا شمال سے بڑھکر جنوب
میں پھیلنا اور انکا اصلی باشندوں پر فتح پانا ان کی قدیم کتاب رگ وید
سے ظاہر ہے، اگر یہ حال صحیح طور پر نہیں کھلتا، کہ یہ لوگ کس زمانے
میں آئے، موّرخوں کا تخمینہ[1] دو ہزار قبل مسیح کا ہے، یہی قوم جو ہندوستان
میں وارد ہوئی ہم انہیں نے وسط ایشیا کے بلند قطعوں سے چلکر فارس
روم، یونان، ایتھنز، اسپارٹا، اسپین، آباد کیں، ہندوستان
میں آکر یہ قومیں کھیتی کیاری کرنے لگیں، اس کے تھوڑے عرصہ بعد
اُن کی چار قومیں بن گئیں، برہمن، چھتری، ویش، شودر*
برہمن وہ لوگ تھے جنہوں نے وید تصنیف کیے اور تبلیغ مذہبی کے
فرائض کو ادا کرنے میں ہمہ تن مصروف تھے۔ چھتری یہ سپاہی اور بادشاہوں
کے ساتھ سلطنت کے انتظامات میں امداد کرتے تھے، اور دوسری قوموں سے
لڑائیاں فتح کرتے تھے، ویش یہ لوگ کاشت اور تجارت کرتے تھے، اور
سلطنت کے ضروری لوازمات مہیا کرتے تھے، اور اسی میں ہمہ تن مصروف
تھے، شودر غیر آریہ نسل کے مفتوحہ فرقے جنکو آریوں نے غلام بنا لیا تھا،
یہی ہندوستان کی قدیم قوموں میں سے تھے، تاریخ سے ثابت ہے، کہ

[1] یہ بھی توریت کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے۔ کتب تاریخ کے مطالعہ کرنیوالوں پر یہ امر خوب روشن ہوگا

اول اول اکشواکو ہندوستان میں آیا تھا جس نے سورج بنسی خاندان کو فروغ دیا، یہ قومیں جنکو آرین قومیں تبلا رہی ہیں، وہی قومیں ہیں جو اپنا تعلق قدیم عرب اور تاتاری قوموں سے رکھتی ہیں ÷

تاڈ صاحب نے ثابت کیا ہے، کہ ان آرین قوموں میں صرف دو قوم ایسی ہیں، جن سے آرین قوموں کے تمام موجودہ فرقے بن گئے، اور کسی قوم کا پتہ نہیں لگتا، اور وہ دو قومیں چندر بنسی اور سورج بنسی ہیں، انکا شجرۂ نسب حسب ذیل ہے ÷

سری نارائن عرف بشن جی
برہما جی
اتری — درچ
سمدر — کشتب
چندر عرف سوم ہے
اس سے چندر بنسی خاندان چلتا

اس کے سو فرزند پیدا ہوئے
اکشواکو
دیوستمنو
دیو عرف سورج
اس سے سورج بنسی خاندان چلتا ہے
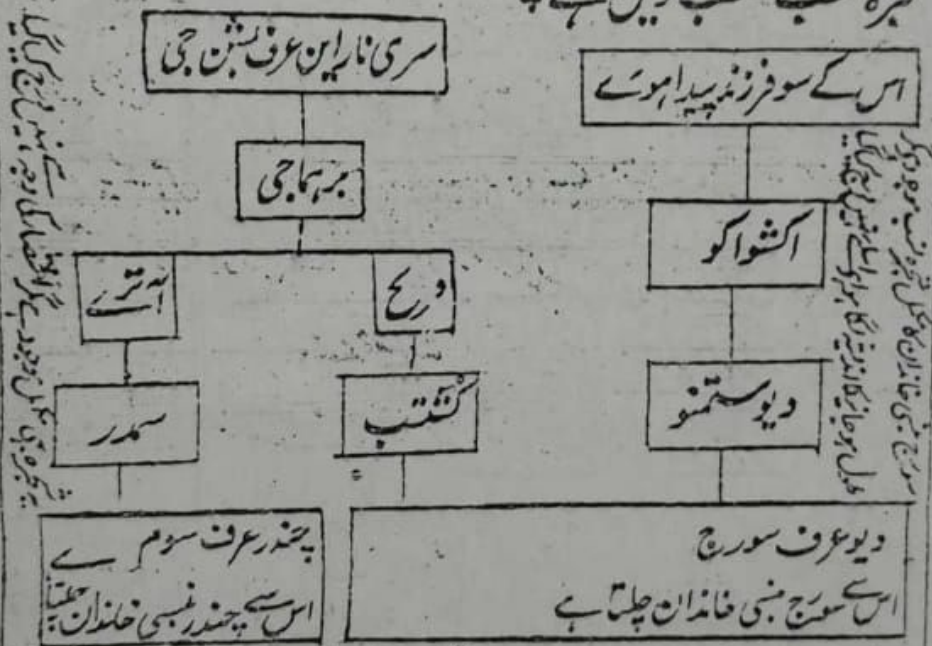
یہ شجرہ نسب ہندوؤں کے قدیم شجروں کا ملخص ہے، جو پرانوں وغیرہ سے نکالے گئے ہیں، ہماری مراد یہ نہیں، کہ درحقیقت یہ صحیح ہے، بلکہ ہم بزعم نقل کفر کفر نباشد نقل کئے دیتے ہیں، اور بڑے زور کے ساتھ کہتے ہیں کہ دنیا کا کوئی قدیم شجرہ ایسا نہیں ہے، جس پر تحقیقی تنقیحی حیثیت سے صحت کا خیال کیا

[1] بعض نے اس کو توریت کا کوش بتایا ہے، جو عراق عرب کا باپ ہے،

جاوے، البتہ توریت کا شجرہ ہے لیکن وہ مختصر ہے، یہاں ہماری مراد یہ ہے،
کہ آرین قوموں کے دو مورث خاندان یعنی چندر بنسی اور سورج بنسی کا صحیح
پتہ معلوم ہو، ہمیں نہایت افسوس ہے، کہ اس زمانے کا شجرہ نسب صحیح
نہیں ملتا، جسکا سبب یہ معلوم ہوتا ہے، کہ یہ وہ زمانہ تھا، جب انسانی
ترقی نہایت محدود تھی، علوم و فنون کا چرچا ہرگز نہ تھا، دنیا پر وحشت کا
عالم طاری تھا، پھر بھلا نسب نامہ کیونکر طیار ہوتے، معلومہ دنیا میں جس قدر
شجرہ نسب ہیں ان میں قدیم شجرہ توریت* کا ہے، اس کے بعد فارسیوں
آریوں وغیرہ کا ہے، مصریوں کے شجرے نسب بھی قدیم بتائے جاتے ہیں،
مگر وہ ایسے ہیں، کہ ان کی عقل تکذیب کرتی ہے، مثلاً یہ کہ فراعنہ مصر کے
تین [illegible] باپ دادوں کے نام ان شجروں میں قلم بند کیے ہوئے ہیں، دیکھو
[illegible] ہمارے حضرت مفخر موجودات محمد صلی اللہ علیہ وسلم
[illegible] نسب پڑھتے، جس وقت عدنان اول پر پہنچتے تو فرماتے
[illegible] ن، یعنی شجرہ نویسوں نے غلطی کی ہے، اس لیے اس میں شک
[illegible] نویسوں سے ضرور غلطی واقع ہوئی ہے۔ دنیا میں کوئی شجرہ
[illegible] نہیں، جو غلطی سے پاک ہو، خصوصاً جب دنیا کے قدیم شجرہ
[illegible] ملاحظہ کیے جاویں تو ایک حیرت انگیز اختلاف معلوم ہوتا ہے،
[illegible] فت یہ شجرہ محو خیال ہوجاتے ہیں، جن دو قوموں سورج بنسی اور

* توریت میں آدم علیہ السلام سے لیکر یوسف نبی اللہ تک کے احوال با ترتیب معہ نسب ناموں کے درج ہوئے ہیں۔

چندر بنسی کا ذکر اوپر تحریر ہوا، انہی کی نسل سے ہندوستان میں تھوڑے عرصے میں بڑی بڑی جمعیتیں بن گئیں، اور انہوں نے اپنی سلطنتیں قایم کیں. سورج بنسی خاندان نے اپنی سلطنت کی بُنیاد پورب میں ڈالی سلطنت کا اول بانی اکشواکو تھا، جو دیوست منو کا بڑا بیٹا تھا، یہ بڑا صاحب اولاد تھا، اسی کی اولاد میں لگاتار سلطنت کا سلسلہ چلا جاتا رہا، اور ان میں ایک راجہ رام چندر ایسا فرمانروا گذرا ہے، کہ ہندو تاریخوں میں اُسے پرتھوی بھر کا راجہ بتایا گیا ہے، اور اس کی سلطنت کا مفصل حال رامائن میں موجود ہے، جسکا ترجمہ دنیا کے اکثر زبانوں میں شایع ہو چکا ہے، رامائن دو ہیں، ایک والمیک جی کی، جو راجہ رام چندر جی کا ہم عہد تھا، دوسری رامائن تلسی داس بیراگی کی ہے، جو اکبر بادشاہ نے بنوائی تھی، رامائن میں بہت سے قصے بعید از عقل و قیاس درج ہوئی ہیں، لکھا ہے کہ اس زمانے میں ہزاروں برس کی عمر تھی، ہند کو ساری دُنیا قرار دیا ہے، علیٰ ہذا القیاس دراصل میں یہ قدیم ہندو شاعروں کا مبالغہ ہے، جو انھوں نے اپنے راجاؤں کی مدحت سرائی کی ہے، اور اصل واقعات کو ناول کی صورت میں دکھایا ہے، جس سے اصلی صورت بھی پہچانی نہیں جا سکتی، اور اس قسم

سلہ رامچندر جی کے زمانہ میں بہت بڑا اختلاف ہے یہانتک کہ مؤرخین کے نزدیک کوئی قرارداد زمانہ ابتک صحیح نہیں قرار پایا کوئی کہتا ہے کہ مہابھارت سے پہلے واقع ہوئی قصہ رامائن بعد میں یہاں تک کہ بعض نے رامچندر جی کے وجود ہی کا انکار کر دیا اور کہدیا کہ رامچندر جی کی کوئی ہستی نہیں مگر یہ خلاف انصاف ہے، ہندو تاریخوں کا خون ہوتا نظر آتا ہے۔

کے مبالغے تمام قوموں اور ملکوں کے شاعروں کے کلام میں پائے جاتے ہیں، دیکھو شاہنامہ وغیرہ، ورنہ اصل حال جسکو ہر عقل سلیم تسلیم کرتی ہے۔ وہ مختصر ہے، راجہ رام چندرجی راجہ جسرت کے بیٹے جو منوجی سے ستاونویں پشت میں تھے، منوجی کو رام چندرجی سے آٹھ سو سال کا بعد ہے، اس کی سلطنت اس زمانے میں ہندوستان کی کل سلطنتوں میں بڑی سمجھی جاتی تھی، انکے دو فرزند سری لُو اور کشن پیدا ہوئے، چھتری نسل کا سورج بنسی خاندان کے سیکڑوں خاندان ہیں جن میں چار اس قدر مشہور ہیں کہ انکا شہرہ چاردانگ ہند میں ہوا اور مدت مدید تک ان کی راجدہانی کا چراغ ہندوستان میں روشن رہا اور وہ یہ ہیں، راٹھور، بڈگوجر، کشواھہ، چوہان ان چاروں خاندانوں سے بھی میواتی قوم کے کئی ایک گوت اور پال ہیں جنکا مفصل حال ہم کسی دوسری جگہ انشاء اللہ بیان کرینگے۔

دوسری قوم جو چندربنسی خاندان سے مشہور ہے انہوں نے اسی زمانہ میں جبکہ سورج بنسیوں کا چراغ پورب میں روشن ہو رہا تھا انکی سلطنت کا پھریرا بھی چہار کونٹ ہند میں لہرا رہا تھا پنجاب میں مارواڑ تک ان کی حکومت تھی، انکی راجدہانی ہستناپور تھا ساڑھے چار ہزار برس کا عرصہ ہوا کہ اس خاندان میں دو شاخیں ہوگئیں کورو پانڈے، کورو ہستناپور میں رہے پانڈوں نے ہستناپور سے چالیس کوس مغرب میں دریائے جمن کے کنارے بنوں کو صاف کرکے شہر اندرپت[1] بسایا اور شہر کو بہت اچھی رونق دی

[1] یہ دہلی شہر کا آغاز ہے یہ اندرپت دہلی پرانا قلعہ ہے جسکو لوگ پتھورا کا قلعہ بتاتے ہیں

یہاں تک کہ یہ شہر اپنی خوبصورتی کی وجہ سے تمام ہندوستان کے
شہروں پر فوقیت لےگیا کوروں یہ دیکھکر حسد کرنے لگے اور یہ سوجھی کہ جس
طرح بن پڑے پانڈوں سے دہلی کا راج چھین لیا جائے کوروں نے جو چالیں
چلیں اور فریقین میں جو جنگ کورکھشیتر کے میدانوں میں واقع ہوئی اس
سے کوئی اہل ہند ناواقف نہیں ہے خون کی ندی نالے بہہ گئے الامان
ایسی زبردست جنگ واقع ہوئی کہ دیکھی نہ سُنی اس خاندان کی ایک قدیم
شاخ وہ تھی جو برج وغیرہ میں آباد تھی اور جادو کے نام سے مشہور تھی ایسی
نسل سے ہنورا خاندان بھی ہیں ان تینوں چندربنسی خاندانوں سے بھی کئی
ایک گوت اور پال میواتیوں کے ہیں جو اپنے موقع پر مذکور ہونگے اب

بقیہ صفحہ ۳ ﷺ شاید بعد میں پرتھی راج نے اس کی مرمت کرائی ہو ورنہ یہ وہی خاص پانڈوں کا
آباد کیا ہوا اندرپت ہے پانڈوں کی بعض دیگر عمارات بھی ابتک اس پرانی دلی میں بتائی جاتی ہیں
لے اس جنگ کا نام مہابھارت ہے اس طویل قصہ کو سری بیاس نے اپنی اس زبردست
تصنیف میں لکھا ہے جو مہابھارت کے نام سے مشہور ہے اور اور لوگوں نے بھی بعد میں
اس کے تتبع پر اور اور کتابیں اس جنگ کے حالات پر لکھی ہیں میوات میں بھی ایک شاعر سعد اللہ
خانصاحب ہو گذرے ہیں جو گیارھویں صدی ہجری میں موضع آگیرہ میں تھے انہوں نے بھی
اس جنگ کو مختصر طور پر میواتی زبان میں نظم کیا ہے مشہور ہے کہ اس کو خاص پانڈوں
کی پوتھی ملگئی تھی اسکا ایک شعر یہ ہے جس سے مہابھارت کی تاریخ نکلتی ہے :-

بیتے چار ہزار پر چار سو اور چھتیس
بھرت کھنڈ وا دن رچو جون تن پرسیس

ان دونوں قوموں کے ان خاندانوں کا ذکر بالتفصیل بیان کیا جاتا ہے جن سے میواتیوں کے تمام گوت اور پال ہیں اور میوات میں مسلمان بنکر آباد ہو گئے +

سورج بنسی نسل کے فرقوں کا بیان

چوہان، یہ فرقہ سورج بنسی ہے، اِن کی بارہ شاخیں بتائی جاتی ہیں زمانہ قدیم میں یہ تمام شاخیں کوہ آبو کے گرد آباد تھیں، اور یہیں اُن کی سلطنت ابتدار قائم ہوئی، عمادالدین محمدؒ قاسم جس نے ۱۲ھ؁ میں ہند پر حملہ کیا اسوقت چوہان نسل سے راجہ مانک راؤ مشہور فرمانروا حکمراں تھا، اور اسکا راج بہت وسیع تھا، محمد بن قاسم سے اس کی بہت زبردست جنگ ہوئی جسکا قصہ تاریخ کی کتابوں میں مفصل مذکور ہے، بعد میں انہی چوہانوں کی نسل میں جو راجہ ۱۶۰ھ؁ میں حکمراں تھا اسپر خلیفہ مہدی نے حملہ کیا، جسکا تذکرہ تاریخ الخلفا میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے، تیرھویں صدی عیسوی تک انکا خوب عروج رہا، کتب تاریخ کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے، کہ گیارھویں صدی عیسوی میں راجہ جیپل نے اجمیر میں قلعہ بنایا، جس کی چوتھی نسل میں پرتھی پال بڑا مشہور راجہ ہوا ہے پرتھی پال کی لڑائی حضرت میراں صاحب خنگ سوار سے ہوئی، اور اس لڑائی میں سید موصوف شہید ہو گئے، مگر اُن کی سلطنت کی جڑیں بھی

کھوکھلی ہوگئیں، رہی سہی کا ستیاناس محمود غزنوی نے کیا، بعد میں
اُن کے پھر چوہانوں نے اپنی سلطنت کو دوبارہ سنبھالا، اور چوہان
فرقے کے بقیہ راج بنس کی یادگار راجہ پرتھی راج تھا، جو راجہ اننگ پال
تومر کا نواسہ تھا شہاب الدین غوری کی بہت زبردست جنگ ہوئی
جس میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی حسن سنجری بھی شامل تھے، اور
غازیان اسلام کی بڑی بڑی جماعتیں مجتمع ہوگئی تھیں، پرتھی راج مارا
گیا، اور میدان شہاب الدین کے ہاتھ رہا، اس کے زمانے کے مشہور
شاعر کبھے چند نے نظم میں اس کی تاریخ لکھی ہے، جو ہمیں دستیاب
نہیں ہوئی، ورنہ ضرور اس زمانے کے چوہانوں کا حال درج کیا جاتا
پرتھی راج کے مارے جانے سے ہمیشہ کے لئے چوہان نسل سے
راج جاتا رہا، بلکہ سچ تو یہ ہے، کہ ہندوستان کے سر سے ہندو
سلطنتوں کا سایہ اُٹھ گیا، پرتھی راج نہایت مشہور، نامور، شجاع،
متعصب، اور درناک آدمی تھا، اسکا زمانہ وہ زمانہ ہے، جس میں
اسلام ایسے پھیل رہا تھا، جیسے نشیب میں پانی، اور اسلامی سلطنتیں
ہندوستان کی فاتح ضرور تھیں، لیکن اُن نومسلم فرقوں کو جو مارٹ واڑ
میوات میں مسلمان ہوگئے تھے، پرتھی راج کی ایذادہی سے نہ بچا سکتی
تھیں، اس کے زمانے میں جو چھتری وغیرہ مسلمان ہوجاتے تھے ہنود
کی طرف سے انھیں شودر کا خطاب ملا کرتا تھا، بلکہ میوات کی نسبت
تو یہ بھی مشہور ہے، جو تقریباً صحیح ہے، کہ اُس نے لباس اسلامی کو

بھی اِن نومسلموں سے تبدیل کرا دیا تھا، بجائے پاجامہ کے تنبہ اور دھوتی کا رواج دیا، کرتے کو بدل کر انگیہ اور کمری کا رواج دیا، تمام اسلامی رسوموں کو اُن پر جرم اور حرام قرار دیدیا تھا اور کوئی ذریعہ از راہ مذہبی اُس کے پاس ایسا نہ تھا، کہ مسلمان ہندو بن سکے ورنہ وہ ضرور ہندو بنالیتا، اکثر فرقے میواتیوں کے اسی زمانے میں نقل مقام کرکے از راہِ فرار میوات میں آئے، میوات میں اُس وقت تک ایسی آبادی نہ تھی جیسی اب ہے، بلکہ میوات بھر میں چند قصبات اور گاؤں ہو گئے، یہاں بن ہی بن تھے یہاں پہاڑوں کا بھی بہت سلسلہ پھیلا ہوا ہے، یہی نومسلم چھتریوں کے فرقے بطور تقیہ کے طور پر یہاں آباد ہو گئے، اور اپنا گذارہ کرنے لگے، اول اول تو قطاع الطریقی کو اپنا پیشہ بنایا، بعد میں بنوں کو صاف کرکے کاشتکاری کرنے لگے، یہ روایت بھی ہمکو ملی

فٹ نوٹ صفحہ ۳۲ حصہ ۱ یہی بات قومی کمیشنروں نے بھی درج کی ہے، جن فرقوں کے ساتھ مہاراجہ پرتھی راج نے ایسے کام کئے اُنکا مفصل حال شجرہ انساب میں درج کیا جاوے گا

حصہ ۵ قومی روایت ہے، کہ بالوت نسل کا مورث اعلیٰ جسکا نام کمار تھا، اور جس نے گوجر کے پہاڑوں میں ایک قلعہ بنام گڈھ دہامنیا بنایا تھا، اور تمام میواتی فرقے جس کے زیرِ تحت تھے، غیاث الدین بلبن کے زمانے میں اسپر زور دیا گیا، کہ انہوں نے اپنا پیشہ لوٹ مار قطاع الطریقی وغیرہ بنا رکھا تھا، اور اسپر ہی گذارہ کرتے تھے، اس نے تمام فرقوں کو میوات میں منتشر کر دیا، اور حکم دیدیا تھا، کہ چھ گلوت، ڈیمروت بھیانہ میں، دنگل

ہے، کہ پرتھی راج نے اپنی نومسلم فرقوں کی گوشمالی کے لئے بڈھ گوجروں کو متعین کر دیا تھا، انہوں نے یہاں میوات میں شور مچایا، اور اپنی ایک سلطنت قایم کر لی، جنکا استیصال قطب الدین ایبک نے کیا، بعد میں وہی بڈھ گوجر مسلمان عالموں اور درویشوں کی ہدایتوں سے مسلمان ہوگئے، مگر کچھ ہندو رہے جو بھوندسی سہند وغیرہ میں (بلبھ آباد میں) چوہان نسل سے بھی کئی ایک گوت میواتی قوم کے ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

پاہٹ، چھونکر، کوانیہ، مورجھنگال، اگوٹن، منجھلاوت، کھیلدار سوگرج:-

کشواہہ یہ فرقہ بھی سورج بنسی ہے، اس کے مورث اعلیٰ سری رامچندر جی کے بڑے بیٹے سری کشن کے ہیں، کشواہہ قوم کے راج بنس نے مشہور قلعہ نرور گڈھ تعمیر کیا، جس میں اس قوم کا سب سے بڑا مشہور راجہ نل حکمرانی کرتا تھا، گیارھویں صدی عیسوی میں کچھواہہ قوم دہلی کے مشہور راجہ پرتھی راج چوہان کی ایک ادنےٰ

بقیہ صفحہ (۳۴) پہاڑ اوپر، وولوت، پاہٹ وغیرہ، اڑوتی کے کنارے اور نائی، لنڈاوت وغیرہ ڈھونڈھار کی طرف جابسیں، چنانچہ اسی طرح یہ تمام فرقے جا بسے، غیاث الدین بلبن نے بنوں کو صاف کرا کے زمین کو قابل زراعت بنایا، جس سے یہ لوگ کاشتکاری میں لگ گئے:-

ماتحت رہگئی، ڈھونڈھار جہاں ٹھیئے بکثرت آباد تھے، اُن کو بھگا دیا، اور اُن کی جگہ بڈھ گوجر آباد کیے، میواتی قوم میں صرف ایک پال ڈھینگل کشواہہ نسل سے پائی جاتی ہے، اور کسی گوت یا پال کا پتہ نہیں چلتا، ڈھینگل اپنے کو ناند پسر راٖئل کی اولاد سے بتلاتے ہیں، جو برضا و رغبت مسلمان ہوگیا تھا +

لہ راجہ نل کے کئی ایک لڑکے تھے، چاند، ناند، دھول، ڈھولا، گورو، جن میں سے ناند اور گورو مسلمان ہوگئے تھے، چاند اور دھول کی اولاد گورو کے کہلائی، جن میں سے بعض مسلمان بھی ہوگئے، اور وہ برج میں آباد ہوگئے منقولہ از جاگیاں!

سلہ مینان چھتریوں کی قدیم مخلوط النسل قوم ہے، بعض لوگ انکو قدیم قوم کہتے ہیں مگر یہ ان کی بڑی زبردست تاریخی غلطی ہے یا در بات ہے کہ انہوں نے اپنا پیشہ لوٹ مار قطاع الطریقی بنا لیا تھا اور ابتک جرائم پیشہ اقوام میں انکا نام جلی قلم سے لکھا ہے مگر انکے قدیم کبیشروں کے شجرہ ایسے موجود ہیں جو اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ یہ قوم بھی چھتری قوموں سے ہی ہے قدیم زمانہ میں بعض فرقے چھتریوں کے آوارہ ہو کر ان میں ملجاتے تھے اور اکثر یہ لوگ ہوتے تھے جنکو ان کی برادریاں بوجہ کسی قومی جرم کے ملزم قرار دیدیا کرتی تھیں اور برادری سے خارج کر دیتے تھے پس یا تو وہ مسلمان بنجاتے تھے ورنہ اپنا پیشہ لوٹ مار اختیار کر کے مینان قوم میں ملجاتے تھے اُس زمانہ میں جبکہ میواتی اقوام اسلام لاکر میوات میں آئیں مینان قوم سے بھی انکی مٹ بھیڑ ہوئی مگر میواتی قوم نے رشتہ اُن مخلوط النسل قوموں سے نہیں کیا اسی قدیم جہالت کے قلیل اختلاط کے باعث بعض لوگوں کو شبہ ہوا ہے کہ انہوں نے یہ خیال کر لیا کہ میو بھی اسی مخلوط النسل قوم سے

راٹھور اس فرقے کی اصل تحقیقات حسب و نسب نہایت تاریک ہے، مگر شجرہ نویسوں کا قول ہے، کہ اس فرقے کے مورث اعلیٰ سری رامچندر جی کے فرزند ثانی سری لو تھے، اس لحاظ سے یہ فرقہ بھی سورج بنسی ہوا، ان کی اصلی سکونت قنوج ہے، پانچویں صدی عیسوی میں ان کے قدموں سے تخت قنوج کو رونق حاصل تھی، اگیارھویں صدی عیسوی میں راٹھوڑوں کی سلطنت اڑنگ پال ثانی تومر کے ہاتھ لگی، اڑنگپال نے تھوڑے عرصے سلطنت کی تھی، کہ راٹھوڑوں نے زور کیا، اور اڑنگپال کو قنوج سے نکال دیا، اس وقت ہندوستان میں کئی ایک ہندو سلطنتیں تھیں، دہلی، قنوج، اجمیر، گجرات، اُن میں کوئی تومر تھا، کوئی راٹھور، کوئی چوہان، آپس میں رشتہ داریاں بھی ہوتی تھیں، مگر جب کوئی خانگی امور سلطنت میں پیچ آپڑتا تھا، تو اُس کا فیصلہ تلوار سے ہی ہوتا تھا، کیا زبردست راجپوتی تلوار ہے، کہ اُسکا خالی رکھنا ہی جرم ہے، اڑنگپال ثانی جب قنوج سے بھاگ کر آیا، تو دہلی پہنچکر اُس نے اپنی قدیم سلطنت کو جا سنبھالا، اس کے کچھ عرصے بعد اسی کی نسل سے اڑنگپال ثالث پیدا ہوا، جس نے اپنی سلطنت کو بہت وسعت دی

بقیہ صفحہ ۳۶ میں صرف بادھاراؤ نے جو اکبری عہد میں مینوں کا ایک چودھری تھا میواتی قوم کے مشہور سردار دریا خاں سے اپنی پوتی کا بیاہ کر دیا تھا یہ وہ زمانہ تھا کہ مسلمانوں کی شادی ہندوؤں میں ہو جایا کرتی تھیں لیکن اس شادی کے بعد میواتیوں اور مینوں میں بڑی معرکہ آرائی ہوئی جس سے باہم قطع تعلق ہو گیا مینوں نے میوات کی آمد موقوف کر دی مینوں کے باوہ فرقہ میں اور شیخوہا ساطراف میں

اُس سے دو بیٹیاں ہوئیں، جن میں ایک کی شادی قنوج کے راٹھوروں کے راجہ کر دی، اور دوسری لڑکی کی شادی اجمیر کے چوہانوں کے ہاں ہوئی، دونوں لڑکیوں کے بطن سے دو ہونہار لڑکے پیدا ہوئے، ایک جے چند، جو قنوج والی سے تھا، دوسرا پرتھی راج، جو اجمیر والی بیٹی سے تھا، آخر اننگپال بحالت لاولدی مر گیا، اور دہلی کی سلطنت اپنے نواسے پرتھی راج کو متبنیٰ بنا کر دے گیا، اس طرح سے پرتھی راج اجمیر اور دہلی کا راجہ بن بیٹھا، جے چند کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ بھی دعویدار ہوا، کہ اننگپال میرا بھی نانا ہے، اُس کے ترکے سے مجھے بھی ملنا چاہیئے، مگر کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی، اور ابھی اس بات کو کچھ عرصہ نہیں گذرا تھا، کہ جے چند نے مہاراج ادھیراج ہونے اور لڑکی کی شادی کے سوئمبر کا اعلان کیا، جس میں تمام راجہ مہاراجہ آئے، لیکن پرتھی راج نہ آیا، اور سنجگتا جو غائبانہ طور پر اس پر عاشق تھی، اُسے پرتھی راج عین سوئمبر میں سے لے گیا جس پر طرفین میں جنگ ہوئی، لیکن اس کو کوئی سرخروئی حاصل نہیں ہوئی،

محمد غوری، جو پہلے شکست کھا چکا تھا، اور اُسکا بدلہ لینے کے لیے اس موقعہ کی تاک میں تھا، سنہ ۱۱۹۳ء میں حملہ کر دیا، جس میں پرتھی راج مارا گیا، اور اس باہمی نا اتفاقی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سنہ ۱۱۹۴ء میں جے چند پر بھی حملہ کیا، اور وہ بھی مارا گیا، اور اُسکا لڑکا شیوجی مارواڑ کی طرف چلا گیا، اور اس طرح ان ہر دو راجپوتی سلطنتوں کا خاتمہ ہو گیا۔

شیو جی کی اولاد مارواڑ ہی میں رہی، ان کی چھتیس شاخیں ہیں، میوات کے
فرقوں میں سے صرف ایک پال راٹھوروں میں سے بتائی جاتی ہے، جسکا
نام کلیسہ ہے، بعض دیسی روایتیں اس کے میوات میں مسلمان ہوکر آباد ہونے
کی تائید کرتی ہیں، کہ جس زمانے میں جے چند اور شہاب الدین کی جنگ
ہوئی، کلیسہ پال اُس زمانے میں ہی مسلمان ہوئی ۔

بڈھ گوجر

یہ فرقہ سورج بنسی ہے، اور اپنا مورث اعلیٰ سری لوکو بتلاتی
ہے، جو سری رامچندر کے فرزند ثانی تھے، یہ قوم ڈھونڈھار
کے چند متعدد مقامات پر اپنی ابتدائی آمد میں قابض رہی، اور بہت جھگڑے
اور فساد کے بعد کچھواہہ قوم غالب آئی، میوات میں اُن کی آمد پرتھی راج
کی بدولت ہوئی، کہ اس نے اُن نومسلم میواتیوں کی گوشمالی کے لیے بھیجا
تھا، جو راجہ پرتھی راج کے زمانے میں مسلمان ہوئے تھے، یا پہلے ہو چکے
تھے اور وہ تقیہ کے طور پر میوات کے پہاڑوں اور بنوں میں چھپے پھرتے
تھے، بڈھ گوجروں نے انہیں بہت تکلیف دی، پرتھی راج کا زمانہ تو
جاتا رہا، بعد میں انھوں نے میوات میں جدا سلطنت جمانے کی
کوشش کی، مگر نکمبوں نے ان کے پاؤں نہ جمنے دئے، میواتیوں
کے تین گوت اندپال ان میں سے ہیں ۔

سنگل، بڈھ گوجر، نوت

چندربنسی فرقوں کا حال

تومر، یہ فرقہ چندربنسی ہے، ٹاڈ صاحب" لکھتے ہیں، کہ یہ فرقہ جادو
کی ایک شاخ ہے، یہ چھتریوں کا وہی مشہور فرقہ ہے، جس میں کورو،
پانڈو ہوئے، اُن کی مشہور تاریخ مہابھارت ہے، اُن کا راج ہستنا پور
اندرپتھ میں تھا، وہ زمانہ جس میں مہابھارت واقع ہوئی، ۱۳۲۷ء طوفانی
معلوم ہوتا ہے، مگر اس وقت جبکہ دنیا کی عمر ساڑھے سات ہزار برس
مان لی جاوے، ورنہ ہندو تو قدیم ست جگ کا زمانہ بتلاتے ہیں، اس
فرقے کی اور بہت سی یادگاریں موجود ہیں، کہ وہ واقعی واجب التعظیم
ہیں، یہی شہر دہلی جو آج ہندوستان کا دارالخلافہ بن رہا ہے، اسی فرقے
کی زندہ یادگار ہے، یہ شہر ابتداءً یدھشٹر نے بسایا، اور اننگ پال
اول نے اسے رونق دی، بعد میں بہت روز تک ویران پڑا رہا،
ایک ہزار سال کے بعد اننگپال ثانی نے از سرِ نو آباد کیا، اور اس کے
مردہ جسم میں جان ڈالی، اُس کے بعد پھر تومروں کو زوال آیا، اور کتنے
ہی عرصے بعد اننگپال ثالث پیدا ہوا، کہ اُس نے دارالسلطنت دہلی بنایا،
بالآخر لاولدی کی حالت میں اپنا جانشین پرتھی راج چوہان کو کیا، جس سے
ہمیشہ کے لیے تومر بنس کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا، تومر فرقے کو صرف
قدیم عروج پر ہی ناز ہو سکتا ہے، ورنہ اس وقت دُنیا میں اُن کی

کوئی سلطنت نہیں، میوات میں کل اٹھارہ فرقے مسلمان ہوکر آباد
ہوئے اور پال دگوت سے موسوم ہوئے +

جادو

یہ فرقہ بھی ایک زبردست قوم چھتریوں کا ہے، جو چندر
بنسی نسل سے ہے، ہندوستان کی اکثر قومیں جادو ہی
ہیں، اور جادو قوم تقریباً ہندوستان کے ہر ایک گوشہ میں کم وبیش
پائی جاتی ہے، کسی زمانے میں کابل وغزنی تک ان کی سلطنت تھی
اور انھی کی شجاعت اور مردانگی کا عالم میں ڈنکا بجا ہوا تھا، انھوں نے
ہی برج اور سورسین کو رونق دی، انھی سے کرشن جیسے اوتار پیدا
ہوئے، انہی کے گیان وگن کو ہندو ابتک گا رہے ہیں، انھوں نے
ہی مذہب پھیلا، اور خدا پرستی کا بیج ہندو قوم میں بویا، بھگوت گیتا
اسی فرقے کی مشہور یادگار ہے، اس میں [illegible] کی تعلیم نہایت حکیمانہ
طور پر دی گئی ہے، جادوؤں ہی میں سے اگرسین اور گنیش جیسے مشہور
راجا گذرے، انھی کے راج بنش کی ابتدائی نسلوں سے پورے چار ہزار
برس بعد سلطان پال [illegible] تہن گڈھ [illegible] پیدا ہوا، جس نے اپنی سلطنت کو
بہت وسیع کیا، ہندوستان کے بہت سے راجا تہن پال کے
زیر تحت تھے، یہ وہ زمانہ ہے، جبکہ مسلمانوں کے قدم ہندوستان
میں جم گئے تھے، اور ہندوستان کی ہندو سلطنتیں پامال کی جا رہی تھیں،
دہلی وغیرہ کی ہندو سلطنتیں حرف غلط کی طرح مٹ چکی تھیں، اجمیر،
قنوج کے راج بگاڑ دیئے گئے تھے، یہ سارے کرتوت محمد غوری کے

تھے، شہاب الدین نے جہاں اور سلطنتوں کو پامال کیا، وہاں بیانہ کی
حکومت کو بھی بگاڑنا چاہا، بڑی جنگ ہوئی لیکن کامیابی نہیں ہوئی، اور
یہ جادوؤں کے اتفاق کا نتیجہ تھا، ورنہ جادوؤں کا بھی وہی حشر ہوتا،
جو جے چندر اور پرتھی راج کا ہوا، شہاب الدین کے اُس کی مفتوحہ
سلطنت کا مالک اُسکا غلام قطب الدین ایبک ہوا، اُسکا اعلیٰ ترین
مقصد یہ تھا، کہ جادوؤں کی سلطنت کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جاوے،
آخر کار ۱۱۹۷ء میں قلعہ بیانہ اور تھن گڈھ راجہ تن پال سے فتح کر لیا،
روایت ہے، کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا، مگر بعد میں مُرتد ہو گیا، اُس کے
بائیس فرزند تھے، جن میں اکثر داخل اسلام ہوئے، اِن کی ہی نسل سے
تمام وہ فرقے ہیں، جو تقریباً تمام میوات میں تمام گوتوں اور پالوں پر
فوقیت لے گئے، تیس پال اور گوت مسلمان جادوؤں کے میوات میں
آن کر آباد ہوئے، موقع پر تفصیل آوے گی ؛

پھنوار یہ فرقہ بھی چندر بنسی ہے، جو جادو نسل کی شاخ ہے، اس
فرقے نے اپنے پائے حکومت مالوے میں جمائے، اور
اپنی راجدھانی اجین نگری کو قرار دیا، راجہ گپت بھی بکرماجیت مشہور فرمانروا
اس خاندان میں گذرا ہے، اس نے مالوہ سے بھی باہر اپنے قدم نکالے
اور گجرات کو فتح کر لیا، دانشمندی اور شجاعت کے اوصاف میں لاثانی
تھا، کہ جو ایسا مشہور ہے کہ بھیس بدل کر غیر ملکوں کے حالات دریافت کرنے کے
لئے پھرا کرتا تھا، بڑا ہی پرہیز گار تھا، بوریے پر سوتا، اور اپنے پاس

سوائے پانی کی ٹلیا اور گودڑی کے کچھ نہیں رکھتا، علم کا بہت شائق تھا، شعروشاعری سے جو ہندی طریق پر تھی، سخت مذاق تھا، اُس کے دربار میں کالیداس شاعر رہا کرتا تھا، جو نہایت مشہور شاعر اور مصنف تھا، اُس کی عاشقانہ شاعری اعلیٰ درجہ کی ہے، اس راجہ نے ایسی شہرت پائی، کہ اسکا سمت آجتک چلا آتا ہے، جو ۵۷ء قبل مسیح شروع ہوتا ہے، بکرمی کہلاتا ہے، آج کل اسکا سمت ۲۰۰۸ء ہے، اس نسل سے صرف ایک گوت میوات میں ہے، جو پنوار ہی کہلاتا ہے۔

۱۹۷۵

میوات کا جُغرافیہ

میوات کا نام زمانہ قدیم سے میوات چلا آتا ہے، مسلمان مورخوں کی تاریخ میں بھی میوات کا نام میوات ہی تحریر ہوا ہے، بعض نے میواست بھی لکھا ہے، صحیح طور پر یہ فیصلہ نہیں ہو سکتا، کہ اِس خطہ کا نام میوات کیوں ہوا، اِس کے وجہ تسمیہ کے بارے میں مختلف رائیں ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں، اگر ہماری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ یہ لفظ بھی اُسی لفظ سے نکلا ہے، جس سے ماروا‌ڑ اور میواڑ مشتق ہیں، مارواڑ اور میواڑ ہندوستان کے دو مشہور قطعات کے نام ہیں زمانہ قدیم میں اِن قطعات کو مارو ستھل یا مارو ستان یا مار دیس کہتے تھے، اسلامی

مورخوں نے اسکو مارو بھی بیان کیا ہے، ہندو مورخین میں سے بعض نے
مُردھر بھی لکھا ہے، جو مُترادف ماردیس کا ہے، ہندو نظم میں صرف
مارو لکھتے ہیں، ہندوستان کے قدیم جغرافیہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ
یہ ملک دریائے ستلج سے سمندر تک تھا، اِس کے حدود اربعہ بہت وسیع
تھے، مگر یہ معلوم نہیں، کہ یہ نام کیونکر پڑے، شاید یہ کسی قدیم مورث کا
نام ہو، اور یہ ملک اُسی کے نام پر نامزد کیا گیا ہو، کیونکہ زمانہ قدیم میں.
یہ دستور بھی تہا، کہ ملکوں اور قوموں کے نام اُنکے اعلیٰ مورثوں کے نام پر
رکھے جاتے تھے، زمانے کے انقلاب اور زبانوں کے ہیر پھیر سے
ایسا وقوع میں آجاتا ہے، کہ ملکوں اور قوموں کے نام بدل جاتے ہیں،
اور کچھ سے کچھ ہوجاتے ہیں +

قدیم زمانہ میں جسکو ہندو لوگ ویدوں کے پرچار کا زمانہ بتلاتے ہیں
اُس زمانے میں قندھار کا گندھار، قنوج کا نام کانیہ کبجا گجرات کا گرج
ہرات، مدراس کا مدھ دیش، قصور کا کسا ور لاہور کا نام لور کا علامہ
ابوریحان نے لکھا ہے، بس اسی طرح سے قدیم زمانے میں ان قطعات
کے یہ نام تھے، جو مرور زمانہ سے بگڑ کر مارواڑ، میواڑ، میوات ہوگئے
عموماً اس زمانے میں مارواڑ کے باشندوں کو مارواڑی، میواڑ کے
باشندوں کو میواڑی اور میوات کے باشندوں کو میواتی کہتے ہیں، اور
یہ ایک ملکی قومیت شمار ہوتی ہے، قدیم زمانے میں جسکو ہم ایک صدی
کا بُعد کرتے ہیں، تمام میواتی باشندوں کو بلا امتیاز میواتی کہا کرتے

تے ، لیکن تھوڑے عرصے سے میواتی صرف اسی قوم کو کہنے لگے ، جو چھتری فرقوں کی مختلف شاخوں سے جدا ہو کر اور مسلمان بن کر میوات میں آباد ہو گئے ، اور اُن سب نے بلا تفریق نسب ایک قومیت بنالی " +

خانزادے جو جادو نسل سے ایک ممتاز فرقہ ہے ، ایک عرصہ دراز تک اپنے میواتی مسلمان بھائیوں پر حکمرانی کرتا رہا ، ہندو مسلم تاریخوں میں ان خانزادوں کو بھی میواتی ہی لکھا گیا ہے ، اور وہ بچارے میواتی ہی کہلاتے رہے ، اُن میں اور میواتیوں میں رشتہ داریاں بھی ہوتی تھیں ، لیکن اب تھوڑے عرصے سے موقوف ہو گئیں ، خانزادوں نے جب سے اپنی رشتہ داری میواتیوں سے کرنی موقوف کردی ، اُس وقت سے انکو میواتی نہیں کہتے +

میوات کے حدود اربعہ یہ ہیں ، کہ جنوب میں ہاڈوتی ، مشرق میں بھرتپور اور دریائے جمنا ، برج کا دیس ، مغرب میں کوٹ قاسم اور بیواڑی اشمال میں دہلی اور پلول ، اور بلحاظ عرض بلد ½ ۲۸ درجہ شمالی اور اقلیم سوم میں واقع ہے ، وسعت طول ، میوات تقریباً سو میل عرض ، ۷ میل +

سطح ، پہاڑوں کے مختلف سلسلے پھیلے ہوئے ہیں ، جو اراولی پربت کی شاخیں ہیں ، دریا وغیرہ کوئی ایسا نہیں جو سال بھر تک بنا رہے ، صرف چھوٹی چھوٹی ندیاں اور نالے ہیں ، جو موسم برسات میں جاری رہتے ہیں +

زمین اکثر زرخیز ہے، لیکن اس کی زرخیزی کا دارومدار صرف بارش پر ہے
کچھ حصے میں نہر جمن آگرہ نکلی ہے، جو سو گاؤں کے علاقہ کو کم وبیش سیراب
کرتی ہے، بعض علاقوں میں خصوصاً پہاڑ اوپر کوؤں میں سے بھی ضرورتاً
آبپاشی ہوتی ہے، پیداوار تقریباً غلہ جات مثل گندم، جو، چنے، اور
دالیں وغیرہ بکثرت پیدا ہوتے ہیں، مگر جب قحط ہوتا ہے، تو یہاں کے
باشندے بہت مصیبت میں پڑجاتے ہیں، اور بھاگ کھڑے ہوتے ہیں
چنانچہ اُن میواتیوں کی تعداد بہت زیادہ بتلائی جاتی ہے، جو میوات سے
محض اس وجہ سے نقل مقام کرکے دیگر اضلاع ہند میں جا آباد ہوئے
ہیں، چنانچہ پورب اور مالوے میں ہزاروں بستیاں میواتیوں کی آباد
ہیں۔

آبادی۔ میوات کی کم وبیش آبادی بارہ لاکھ کے قریب ہوگی، جس میں
دیگر فرقوں کی بھی قلیل آبادی شامل ہے۔

پیشے۔ عام طور پر یہاں کے باشندوں کا گذارہ زراعت پر ہے،
جنگ یورپ کے ہونے سے فوجی ملازمت کا بھی شوق ہوگیا ہے،
چنانچہ اس جنگ میں کئی ہزار میواتیوں نے شامل ہوکر گورنمنٹ کا حق
نمک ادا کیا، اور اعلیٰ اعلیٰ عہدوں پر نامور ہوئے، اس جنگ میں سب
سے زیادہ قابل قدر خدمات صوبیدار الٰہی بخش مرحوم سردار بہادر
کی ہیں جسکا اعتراف خود سرکار دولتمدار نے کیا ہے، اور انعام اور جاگیر
سے اس کے پسماندگان کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔

تعلیم ۔ عام طور پر بہت ہی کم ہے، شاید پانچ فی ہزار سے بھی کم ہوگی، عام طور پر میواتی زبان ہی بولی جاتی ہے، بلحاظ حکومت علاقہ میوات تین حصوں میں تقسیم حصہ کیا جاسکتا ہے ؛

(۱) ریاست الور، جس میں اکثر حصہ میوات کا ہے، جس کے بڑے بڑے قصبہ جات یہ ہیں، الور، تجارہ، رام گڈھ، کشن گڈھ، گھومر، منڈاور، گوبن گڈھ، راجگڈھ، پٹوکرہ، کھیرتل؛ اس ریاست کی آمدنی تیئیس لاکھ سے زیادہ ہے یہ کشواہہ نسل کی ریاست ہے ؛

(۲) بھرتپور میں، ڈیگ، کامہ، گوپال گڈھ، جرہیڑا، کمبیر، سیکری، گلپاڑہ، نوزیرہ، وغیرہ ہیں، یہ جاٹوں کی ریاست ہے، جس کی آمدنی اٹھائیس لاکھ ہے ؛

(۳) ضلع گوڑگانوہ، جس میں زیادہ تر علاقہ فیروزپور اور نوح کی تحصیل ہے، بڑے بڑے قصبہ یہ ہیں، فیروزپور، پونا ہانہ، پنگوان، نگینہ، نوح ہتین، تاوڑو، سہنہ، جھپور؛

میواتی اقوام کے حالات اور ان کے گوت اور پالوں کی تحقیق

میواتی قوم کی قدیم تاریخ اگرچہ کچھ زیادہ تاریک نہیں، لیکن جس ملک

یا قوم میں وقتاً فوقتاً تاریخی انقلابات رونما ہوتے رہے ہوں، اُنکے مسلسل حالات دریافت ہونا بہت مشکل ہے، بیشک کوئی قوم ہو اُسکے حسب و نسب و قدیم معاشرت کی تاریخ نہایت دلچسپ ہوتی ہے مگر معلومات اور تحقیقات حاصل کرنے کے لئے بڑے فکر، مشاہدہ اور محنت کی ضرورت ہے، اگر عمر کا ایک کافی حصہ نہ صرف کیا جاوے، تو واقفیت حالات مشکل ہوتی ہے، جن لوگوں کو کسی ایسی قوم کی تاریخ لکھنے کا موقع ہوا ہو، وہی اسکو جانتے ہونگے۔

اس لئے ہمیں یہ اقرار ہے، کہ میواتی قوم کے واقعی حالات دریافت کرنے کے لئے جن وسائل کی ضرورت ہے، اور تاریخی تحقیقات کے لئے تفتیشی طور پر لازم ہے، ہمیں حاصل نہیں، تاہم جہانتک ہم سے ہو سکا ہے، اپنے ناقص فہم و ادراک کو کام میں لاکر میواتی اقوام کے صحیح حالات درج کرنے کی کوشش کی ہے۔

میواتی قوم کے بارہ پال اور باون گوت ہیں، جن کی مجموعی میزان ۶۴ ہوتی ہے، مگر جب اِن کی جانچ پڑتال کی گئی، کہ وہ کہاں کہاں آباد ہیں تو بعض گوت کی بود و باش کا حال تو کجا نام تک کا بھی پتہ نہیں چلا، جس سے قیاس چاہتا ہے، کہ یہ گوت اور پال کسی زمانے میں ہونگے۔ تو ضرور مگر اب صرف عوام کی زبان پر بارہ پال اور باون گوت کا نام ہی رہ گیا ہے۔

پال کے معنی ہندی زبان میں جتھے یا جماعت کے ہیں، جسکا اطلاق

ہر جماعت یا گروہ پر ہو سکتا ہے، مگر میُواتی پال سے وہی جماعت یا جتھا مراد ہے، جسکا سلسلۂ نسب کسی ایک مورث اعلیٰ تک پہنچتا ہو اور اُن کی جماعت بلحاظ قبائل کے بڑی ہو +

گوت کے معنی ہندی زبان میں قبیلے کے ہیں، جو کسی تشریح کے محتاج نہیں، چونکہ میواتی قوم چھتریوں کے مختلف فرقوں سے جدا ہو کر مسلمان ہوئی ہے، اس لئے ان کے پر جوش خون میں نہی چھتریانہ صفات، سخاوت و شجاعت وغیرہ پائی جاتی ہیں +

چھتریوں کے ہاں نٹ بھاٹ ہوتے ہیں، اس طرح قدیم دستور کے موافق ان کے ہاں بھی قومی کبیشر نٹ اور بھاٹ موجود ہیں، جو اپنے اپنے ججمانوں کے شجرہ نسب یاد کر لیتے ہیں، اور بر موقع اُن کے بزرگوں کے نام بکھان کر جھوٹی سچی مدحت سرائی کر کے منہ مانگا دان پاتے ہیں،

سلہ جادو بنسی میواتیوں کی پانچ پال ایسی ہیں، کہ اُن کا سلسلہ اُن کے اعلیٰ مورثوں تک پہنچتا ہے، مثلاً چھرکلوت کے مورث اعلیٰ کا نام چھرکن، ڈیمروت کے مورث اعلیٰ کا نام ڈیمل، دولوت کے مورث اعلیٰ کا نام دہل، وغیرہ، دیکھو شجرہ جادو بنسی میواتیان منقولہ از چاند سنگھ کبیشر سکنہ ٹوڈا بھیم +

سلہ گوت کا نام بھی اہل میوات اکثر مورثِ اعلیٰ کے نام پر ہی رکھتے ہیں، مگر کبھی کبھی گاؤں کی بود و باش اور کسی خاص وجہ سے گوت کا نام رکھ لیتے ہیں، تو مردوں کے گوتوں اور پالوں کے نام قریباً تمام کے تمام اپنے مورثوں کے نام پر ہی ہیں، مثال گوت کا مورث اعلیٰ دہو راجہ سلمان بڑا جما زنگ پال کی چوتھی پشت میں سے دہول، اس جگہ کو دیٹھال میں بستے تھے،

بلکہ میواتی قوم ابتک بیاہ شادی میں ہزاروں روپیہ دان پُن، ڈوموں، ناچیوں، اور بھاٹوں کو دے ڈالتے ہیں، جس سے بربادی روپیہ اور اپنے بیجا تفرکے جو انسانی ترقی کے مقاصد کے بالکل برخلاف ہے، کچھ نتیجہ نہیں ہوتا، خداوندکریم سے دعا ہے، کہ یہ فضول رسم ورواج میواتی قوم سے چھوٹ جاویں، اور یہ قوم مذہب اسلام کے اعلیٰ اور سیدھے سادے اصولوں پر کاربند ہو، آمین ثم آمین +

جو گوت اور پال ہماری تحقیق میں آئے ہیں، اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے

(۱) تومر نسل، اس میں چار پال اور پندرہ گوت ہیں +

پال یہ ہیں :- (۱) بالوت، (۲) لنڈاوت۔ (۳) دیڑوال (۴) رٹاوت

گوت یہ ہیں :- (۱) سروہہ (۲) منگریہ، (۳) بلیانیہ (۴) کٹاریہ، (۵) سوکھیڑو، (۶) گونچھا، (۷) بوڑیان، (۸) جمنیان، (۹) ڈووال، (۱۰) جھلاوت (۱۱) سگڑاوت، (۱۲) بھانگڑاوت، (۱۳) کالنگڑ، (۱۴) جٹلاوت، (۱۵) سیلانیہ

(۲) جادو نسل اس میں پانچ پال اور اٹھارہ گوت ہیں۔

پال یہ ہیں :- (۱) چھرکلوت، (۲) ڈیمروت، (۳) ڈہولوت، (۴) نائی، (۵) پونگلوت، +

گوت یہ ہیں :- (۱) گوروال، (۲) میوال، (۳) گھرٹنائی، (۴) بُدھ نائی، (۵) بگما، (۶) بجوسیا، (۷) ناگلوت، (۸) سنگالہ، (۹) مچھالا، (۱۰) کہرکٹیا، (۱۱) بھرکٹیا، (۱۲) بھابھلا، (۱۳) بے سر، (۱۴) بہتاوت، (۱۵) کھبوریا، (۱۶) بیگوت، (۱۷) جونوال، (۱۸) لکھرا، +

(۳) چوہان نسل کے گوت اور پال یہ ہیں:

پال صرف ایک ہے، جسکا نام پاہٹ ہے:

گوت یہ ہیں (۱) چھونکر، (۲) مور جھنگال، (۳) گومل، (۴) سوگن، (۵) منجھلاوت، (۶) کھیلدار، (۷) کنوالیہ،

(۴) پنوار نسل سے صرف ایک گوت ہے، اور گوت پال کا پتہ نہیں چلتا، جسکا نام ہی پنور ہا ہے:

(۵) کشواہہ، صرف ایک پال ڈھنگل ہے،:

(۶) راٹھوڑ، صرف ایک پال کلیسہ ہے:

(۷) بڈھ گوجر، ایک پال سینگل اور ایک گوت بڈھ گوجر ہے،

گویا تیرہ پال جس میں پاہٹ کی پال کو بھی شامل کر لیا ہے، جو پاگڑہ کہلاتا ہے، اور ۴۲ گوت معلوم ہوئے ہیں، یعنی کل ۵۵،

ہم نے بعض گوتوں اور پالوں کے شجرہ نسب تو تنقیحی حیثیت سے فراہم کر کے مکمل کر دیئے ہیں، مگر بعض کے ابھی تک نامکمل ہیں، چند ایسے بھی ہیں جن کے شجرہ نسب ابھی تک ملے ہی نہیں ہیں، اسی وجہ سے شجرۂ انساب نہیں درج کیا گیا، جس وقت تمام گوتوں اور پالوں کے شجرہ نسب مکمل ہو جائیں گے، اس وقت بطور ضمیمہ شائع کر دیئے جائیں گے، اگر قوم نے ہماری اس ناچیز تالیف کی قدر کر کے حوصلہ افزائی فرمائی، تو امید ہے کہ ہمارے شائقین کو اگلا اڈیشن معہ ضمیمہ شجرہ نسب کے ملے گا:

میوات میں اشاعتِ اسلام

میواتی فرقوں کے اسلام لانے کے مختلف وجوہ ہیں، جنکو ہم ذیل میں نمبر وار بیان کرتے ہیں۔

(۱) سب سے بڑا سبب میواتیوں کے اسلام لانے کا یہ ہے کہ جب مسلمان فاتحوں نے ہندوستان کو فتح کیا، تو اس کے ساتھ ہی اسلامی واعظین اور مبلغین کی جماعت کو د پڑی، میوات میں ابتداءً حضرت میراں صاحب[۱] سید حسین خنگ سوار نے اسلام کی اشاعت کی، تو مرسل کے تمام فرقے جو گوت اور پال کے نام سے مشہور ہیں، اسی زمانے میں مسلمان ہوئے تھے، ان کے بعد حضرت سید سالار[۲] صاحب مسعود غازی رح

[۱] آپ کا نام مبارک اصغر حسین تھا، اصلی وطن سیستان جو ایران میں واقع ہے اور شہد کے والد کا نام ابراہیم محمد بن مشہدی ہے، آپ کا خاص مشن اشاعت اسلام تھا، چنانچہ ابتداء میں فارس اور بعد میں ہندوستان کی طرف توجہ کی، جن کی تلقین اور نصیحت سے ہزاروں آدمی داخل اسلام ہوئے، آپ کا اجمیر کے راجہ پرتھی راج سے قلعہ تاراگڈھ پر سخت معرکہ ہوا، جس میں آپ شہید ہوئے، آپکا مزار شریف وہیں بنا ہوا ہے، جس کو اکبر کے وقت میں اعتبار خاں خواجہ سرا نے بنوایا تھا اور رجب کو آپکا ہر سال عرس ہوتا ہے۔

[۲] سید سالار، آپ حسباً نسباً سید ہیں، بارھویں پشت میں انکا سلسلہ نسب حضرت علی رض

تشریف لائے، اشاعتِ اسلام کے بارے میں جو کوشش وسعی کی، وہ اظہر من الشمس ہے، ان کے بعد شہاب الدین محمد غوری کے زمانے میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری تشریف لائے، جنھوں نے اپنی سعی و کوشش سے اسلامی انجمنوں کی بنیادیں ڈالیں، جن کی غرض اشاعتِ اسلام تھی ان سوسائٹیوں نے ایسے ایسے قابل و عالمانِ اسلام برائے اشاعتِ اسلام روانہ فرمائے، جنھوں نے اپنے کشف و کرامات، حسنِ اخلاق، جادو بیانی اور شیریں مقالی سے ان چھتریوں کو مسلمان کر لیا، میوات میں ابتک پنج پیر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲) سے ملتا ہے، آپ کے والد کا نام سید سالار ساہو ہے، جو سلطان محمود غزنوی کے اعلیٰ علمبرداروں میں تھے، اور سلطان کے ان تمام حملوں میں شریک کار تھے جو اس نے برائے تسخیر ہند کئے، آپ کا سنہ ولادت ۴۰۵ھ ہے، جس وقت محمود نے سومنات پر حملہ کیا، تو آپ اس جہاد میں شریک تھے، حالانکہ آپ کی عمر اس وقت دس سال تھی، شوق جہاد کی وجہ سے لوگوں نے آپ کا نام غازی رکھدیا، محمود کے انتقال کے بعد آپ ہندوستان میں بطور خلیفۂ اسلام، اشاعتِ اسلام کا کام انجام دیتے رہے، مگر عین جہاد بہرائچ میں جبکہ تمام تاجداران ہند نے آپ کو نرغہ میں کر لیا تھا، ۱۹ سال کی عمر میں بروز یکشنبہ ۱۴ رجب المرجب ۴۲۴ھ کو درجہ شہادت حاصل فرمایا، بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ تاریخ وفات ہے، اکثر دیار میں آپ کا نام بالے میاں، غازی میاں؛ خراسان میں ہے، سالار رجب بعض تاریخ میں سپہ سالار ہے، عوام میں آپ کی ہزارہا کرامات مشہور ہیں، میوات میں آپ کی نیاز کا عجب طریق جاری ہے، بعض جگہ نشان اور جھنڈا کھڑا کیا جاتا ہے، جس کی بہت تعظیم ہوتی ہے، جو سراسر تعلیم اسلام کے خلاف ہے؛

حاشیہ ۔ میوات کے نجار اپنے کو سید سالار کی اولاد سمجھتے ہیں، واللہ اعلم بالصواب

اور نوگزہ کی قبریں مشہور ہیں، مگر نہ کوئی پنج پیر تھا، اور نہ کبھی نوگزہ آدمی ہوا، یہ انھی بزرگوں کی قبریں ہیں، جو تبلیغ کی غرض سے پانچ شخص آتے تھے، اُن میں سے ایک واعظ اور چار محافظ واعظ ہوتے تھے، کبھی ایک واعظ اور آٹھ محافظ جس طرح آجکل انجمنوں کے سفیر اور واعظ دورہ کرتے ہیں، اسی طرح یہ بھی دورہ کرتے تھے، اور تبلیغ اسلام میں بدل و جان ساعی تھے، جب اُن میں سے ایک راہ خدا میں مرجاتا، تو اس کی قبر امتیازاً بنادیتے تھے، اور پنج پیر کی قبر مشہور کردیتے تھے، جب نوُ میں سے ایک مرجاتا، تو اس کی قبر ۹ گزے سے مشہور کردیتے، ابتک ہندوستان اور خصوصاً میوات میں پنج پیر اور ۹ گزے کی قبریں پوجی جاتی ہیں، اور اکثر ہندو اور مسلمانوں کے نومسلم جاہل فرقے ابتک پوجتے ہیں۔

(۲) دوسرا سبب میواتیوں کے اسلام لانے کا یہ ہوا، کہ جب سلاطین اسلام کے قدم ہندوستان میں جم گئے، اور وہ ہندوستان پر قابض ہوگئے، تو ہندوؤں نے اعزاز حصول کی خاطر دین اسلام کو بخوشی و خاطر قبول کیا، چنانچہ ابتک ہندوستان میں عموماً میوات میں خصوصاً القاب و خطاب راجگی و کنور، ٹھاکر، چودھری، میاں، خان وغیرہ سے یاد کرتے ہیں، چنانچہ خانزادہ قوم کا مورث اعلیٰ سانبرپال فیروزشاہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا، جس نے اسے ناہر بہادر و خان بہادر کا خطاب دیا، چنانچہ خانزادہ قوم کے اب ہر ایک فرد کو خانصاحب کہتے ہیں۔

(۳) مسلمانوں کی بے تعصبی اور فیاضانہ برتاؤ اور میل جول نے

ایسا اثر کیا تھا کہ چھتریوں کے معزز فرقے جو برہمنوں کے ناجایز کاروائیوں اور مذہبی اصولوں کو پیچدار بنانے سے تنگ آئے ہوئے تھے، بخوشی و خاطر مسلمان ہوجاتے تھے، چنانچہ اکبر اعظم اور دیگر شاہان ہند کے عہد میں ایسا ہوتا رہا +

(۴) جہاد، مگر اکثر لوگ اس کے سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں، جہاد کے معنی یہ نہیں ہیں کہ کسی کو جبراً مسلمان کیا جاوے، اور اگر وہ اسلام نہ لاویں تو قتل کر دئے جاویں، معاذ اللہ، ممالک غیر یعنی ملک کفار پر حملہ کرنے پر اسلام نے اصول مقرر کیے ہیں، اُن اصولوں پر جہاد موقوف ہے، جن مسلمان بادشاہوں نے جہاد کی حیثیت سے حملے کئے ہیں، انھوں نے ضروران اصولوں کو نبھایا ہے، اسی جماعت میں محمد غوری و محمود غزنوی ہیں، جن کے واقعات کی اگر تحقیق کی جاوے، تو اُن کے وہ نہایت برگزیدہ صفات جو اسلام نے تعلیم کیے ہیں، ثابت ہونگے، وہ اصول حسب ذیل ہیں +

(۱) اول یہ کہ کوئی لڑکا عورت اور ضعیف نہ مارا جاوے +

(۲) کسی کا کان، ناک نہ کاٹا جائے +

(۳) عبادت کرنے والے گوشہ نشین نہ قتل کئے جاویں +

(۴) کوئی پھلدار درخت نہ کاٹا جاوے، اور نہ کوئی کھیت جلایا جاوے +

(۵) کوئی عمارت اور آبادی نہ ویران کی جاوے +

(۶) کوئی مسلمان جہادی کسی جانور اونٹ، بکری وغیرہ کی کونچیں کاٹے

(۷) ہر ایک کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کیا جاوے اور کسی پر ظلم و جبر نہ کیا جاوے۔

(۸) جو عہد و پیمان غیر مذہب والوں سے ہو جاویں، اُن میں بیوفائی نہ کی جاوے۔

(۹) جو لوگ اطاعت قبول کریں، اور جزیہ دیں، اُن کی جان و مال مسلمانوں کے جان و مال کے برابر سمجھی جاویں، اور اُن کے دشمنوں سے اُن کی جان و مال بچائی جاوے۔

(۱۰) جب تک اسلام کے قبول کرنے کی دعوت دفعتہ نہ لڑنا چاہیے۔

ان اصولوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ مسلمان جہادیوں کے حملے اور لشکر کشی کے وقت کیسی نیکی اور نرمی کی رعایت کی جاتی تھی، کوئی بادشاہ نیک سا نیک، رحیم سا رحیم کیوں نہ ہو، لشکر کشی کے وقت اس سے زیادہ نرمی نہیں کر سکتا، فاتح قوم کے تعلقات مفتوحہ قوم کے ساتھ ہمیشہ دو طرح پر ہوا کرتے ہیں، اگر غالب اور فاتح قوم ظالم اور بے رحم اور متعصب و بے درد ہوئی، تو مغلوب اور مفتوح قوم کو پامال اور ہمیشہ کے لئے تباہ اور برباد کر دیا کرتی ہے: اور اگر فاتح اور غالب قوم منصف مزاج ہوئی، تو مغلوب اور مفتوح قوم بیشک دستبرد زمانے سے بچ جاتی ہے، جس کی مثال میں ہندوستان کی اگلی سلطنتیں پیش کی جا سکتی ہیں، اور یہ بناہ اُن سے اسلام

نے ہی کرایا تھا، ہماری مراد اس ساری تقریر سے یہ ہے، کہ اسلام
لانے کے ؎ لئے میواتیوں پر کوئی جبر نہیں کیا گیا، اور نہ کوئی ظالمانہ برتاؤ
ان کے ساتھ ہوا۔

؎ دنیا کے اُن تاریخی واقعات پر نظر ڈالو، جن میں ایک مذہب والوں کا
دوسرے مذہب والوں پر مذہبی حیثیت سے حملہ کرنے کے بیانات درج ہوئے
ہیں، ایرانیوں نے ہندوستان میں آکر غیر ایرانیوں سے ساتھ کیا کیا، گوتم بدھ کا
مذہب شنکراچاریہ مساعی سے کس طرح تباہ ہوا، یونانیوں نے ایرانیوں کی کیا
گت بنائی، بخت نصر نے ایک لاکھ قتل کرکے بھی چین نہ پایا، بیت المقدس کی
پاک سرزمین میں کونسی خونریزی باقی رہی، جس وقت ۱۴۹۲ء میں فرڈیننڈ نے
مسلمانوں سے اسپین کو فتح کیا، تو مسلمانوں پر کونسی سختی باقی رہ گئی تھی، جو نہ ڈالی گئی،
چنانچہ اس عیسائی بادشاہ نے اہل اسلام کو یہاں سے نکال دیا، اور بہتوں کو
آگ میں جلا ڈالا اور کسیکو جبراً عیسائی کرلیا، اور اس نے حکم دیا تھا، کہ کوئی عربی کتاب
نہ دیکھے، اسپین و غرناطہ میں اگرچہ یہ لوگ ظاہرا عیسائی ہو گئے تھے، مگر باطن میں مسلمان
تھے، اس واسطے فلپ اول بادشاہ عیسائی نے ان مسلمانوں کے ساتھ فساد و
خونریزی کرکے ایک لاکھ کے قریب جلاوطن کر دئے، مگر پھر بھی مسلمان باقی رہ گئے،
زاں بعد فلپ ثالث نے اُن کو بھی نکال دیا، جو دس لاکھ کے قریب تھے،
مسلمانوں کے تاریخی واقعات نصف النہار کی طرح روشن ہیں، کہ انہوں
نے دوسرے مذہب والوں پر حملے کرتے وقت کیسی نرمی سے کام لیا،

مؤلف

۷۸۶

میوات میں اسلامی حکومت

میوات کی حکومت اشاعتِ اسلام سے پہلے خاندان تنوار کے پاس تھی جسکا آخری راجہ اننگ پال تھا، اس نے دہلی کی حکومت اپنے نواسے پرتھی راج چوہان کو متبنیٰ بنا کر دیدی تھی، گو سب سے پہلے جس نے ہندوستان پر چڑھائی کی، ابوالعاص عامل یمن تھا، اور اس کے بعد ساتویں صدی کے درمیانی حصے میں اور بہت سے اسلامی فاتح ہند پر آئے، مگر نمایاں کامیابی حاصل نہ کر سکے، آخر ۹۳ھ مطابق ۷۱۲ء میں خلیفہ ولید کے عہد حکومت میں محمد بن قاسم[1] نے براہ سندھ حملہ کیا، اور راجہ داہر کو جس نے اہل عرب کے جہاز لوٹ لئے تھے شکست فاش دی، اور ملک پر قبضہ کرلیا، اور یہ ملک بہت عرصے تک مسلمانوں کے قبضے میں رہا۔

مگر پہلا مسلمان فاتح جو میوات میں داخل ہوا، وہ المہدی[2] ابو عبداللہ المنصور ہے

---

[1] محمد بن قاسم، یہ حجاج بن یوسف کا جو حاکم بصرہ تھا، چچیرا بھائی تھا، اور عہدہ سپہ سالاری پر مامور تھا، اُس نے ۷۱۱ء میں براہ سندھ ہند پر چڑھائی کی، راجہ داہر اسی کے ہاتھ سے مارا گیا، اور بہت سی عورتیں جوہر کرکے مر گئیں، اس کے علاوہ اور بہت فتوحات کیں، مگر خلیفہ وقت اُس سے کسی بات پر ناراض ہوگیا، اور ۷۱۴ء میں اُسے قتل کرادیا، مفتوحہ علاقہ تھوڑا تھوڑا کر کے جانشینوں کے ہاتھ سے نکل گیا، مؤلف

[2] خلفائے عباسیہ میں نہایت زبردست خلیفہ ہو گذرا ہے، بڑا شجاع، عقیل، اور

جس نے سنہ ۲۶۰ھ میں براہ سندھ ہندوستان پر حملہ کیا، اور میوات تک پہنچا، تاریخ الخلفاء[۵۲] میں مذکور ہے، کہ سلطان موصوف نے اربلی پہاڑ کے گرد کئی حملے کئے، اس کے بعد تیسری صدی تک کسی ایسے اسلامی فاتح کا جس نے جنوبی ہند تک دھاوا کیا ہو، پتہ نہیں چلتا۔

چوتھی صدی کا زبردست اور پرجوش فاتح جس نے اپنے زبردست حملوں سے سومنات تک ہندوستان کو زیروزبر کیا، محمود[۵۳] غزنوی ہے جس نے ہندوستان میں اپنا نائب سید سالار صاحب غزنوی کیا جنکا مقصد اصلی

(بقیہ صفحہ ۵۸) بہادر تھا، مال جمع کرنے والا اور لہو ولعب سے متنفر تھا، ۱۲۷ھ میں پیدا ہوا، حدیث کا راوی بھی ہے، ۱۹۱ھ میں مکہ کے راستے میں حوض، کنویں، اور سڑکیں بنائیں، ایسا مسلمان تھا، کہ آنحضرت صلعم کا نام مبارک سنتے ہی تعظیماً کھڑا ہو جاتا تھا، خلیفہ ہارون رشید اسی کا بیٹا تھا۔

۵۲ تاریخ الخلفاء، یہ علم تاریخ میں جلال الدین سیوطی کی تصنیف ہے، جو ساتویں صدی ہجری میں اس فاضل محدث اور مورخ نے خلفاء اسلام کے حال میں لکھی ہے، اور یہ کتاب اپنا نظیر نہیں رکھتی۔

۵۳ سلطان محمود غزنوی بن ناصر الدین سبکتگین، ہند پر جوش اسلامی فاتح ہے، جس نے ہندوستان پر سترہ حملے کئے، اور ہر حملے میں ہندوؤں کی متفقہ طاقت کو شکست دی، اور بہت سا مال لیکر گیا، جس سے اس نے شہر غزنی میں بیشمار عالیشان عمارتیں بنوائیں، چونکہ محمود نے اپنی عمر کا زیادہ حصہ بتوں کے توڑنے میں صرف کیا تھا، اس واسطے انکا لقب ہی بت شکن پڑ گیا، اور سومنات کے حملے کے وقت اسکو خوب نبھایا، چنانچہ جس وقت محمود نے ہندوؤں کی متفقہ جمیعت کو شکست دی، تو محمود کے مندر میں داخل ہونے پر ڈٹے، کلمنتے

اشاعت اسلام تھا، آپ میوات میں بھی تشریف لائے، اور اپنی خوش اخلاقی جادو بیانی اور اسلامی اسوۂ حسنہ دکھلا کر وہ کام اشاعت اسلام کا دکھایا جس کی مثالیں شاذ ہی ملتی ہیں، اور یہ اُن کی بزرگی، اخلاق اور معقولیت پر دال ہے، کہ بہت سے میواتیوں نے آپ کے فرمان واجب الاذعان کے تحت بہرائچ میں جا کر لڑائیاں لڑیں اور درجہ شہادت[ط۵۱] حاصل کیا۔

پھر شہاب الدین غوری[ط۵۲] کے ہندوستان پر حملہ کرنے تک کسی ایسے

(بقیہ صفحہ ۹۹) پجاریوں نے کروڑوں اشرفیاں اُس کے روبرو پیش کیں اور التجا کی، کہ آپ سومنات کے بت کو نہ توڑیں، مگر اُس نے منظور نہیں کیا، اور کہا، کہ میں روز قیامت میں اپنا نام بت فروش رکھوانا نہیں چاہتا۔" یہ ویسے بھی بڑا بہادر، عقلمند اور منصف مزاج تھا، اور نیک صلاح کو خواہ خلاف طبیعت ہوتی تھی، مان لیتا تھا، چنانچہ بڑھیا کا قصہ زباں زد خاص و عام ہے، یہ تیس سال کی عمر ۳۸۷ھ میں تخت نشین ہوا، اور ۴۲۱ھ میں ۳۴ سال کی حکومت اور ۶۳ سال کی عمر میں اس جہاں سے رخصت ہوا۔

ط۵۱ یہ بات اکثر تذکرہ نویسوں نے قلمبند کی ہے، کہ سید سالار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لشکر میں بیشتر اسلام میں ہو گا، کے ہاتھ پر جو قدیم مسلمان ہوتی تھی، وہی قوم برائے رضائے جہاد وظیفہ رضا کارانہ کرتی تھی، چنانچہ بوزہ کی قوم کے ہزاروں کی مقدار آپ کے ساتھ بتائی جاتی ہے۔

ط۵۲ شہاب الدین کا اصلی نام معز الدین بن سام تھا، جو ۵۶۹ھ میں تخت غزنی پر بیٹھا، بہت پرجوش، جنگجو، بہادر اور علم و ہنر کا شائق تھا، چنانچہ فخر الدین رازی جیسے زبردست فاضل اجل، اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی جیسے بزرگ آپ کے ساتھ رہتے تھے، ہندوستان پر تو حملے کیے، اور اصل میں اسلامی سلطنت کی اصلی بنیاد اسی شیر نے پہلے پہل ڈالی،

زبردست اسلامی فاتح کا پتہ نہیں چلتا، جن کے حملوں سے میوات پر اثر پڑا ہو، اس نے سنہ ۵۸۲ھ میں میوات پر حملہ کیا، اور اُن بڈگوجروں کی بیخ کنی کی، جو قلعہ الور کو جائے پناہ بنا کر شہاب الدین سے لڑائی پر آمادہ تھے، اور سلطان غزنوی کے جانشینوں کی کمزوری کی خبر پا کر حاکم میوات بن بیٹھے تھے، اور اُن نومسلم میواتیوں کا دم ناک میں کر رکھا تھا، جو سید سالار صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے اسلام کے شیدا اور فدائی ہو چکے تھے،

پھر اِس نوجوان اور پُرجوش فاتح نے پرتھی راج چوہان جو چوہان اور تونور سلطنتوں کا مالک تھا، شکست دی جو سنہ ۱۱۹۳ء مطابق سنہ ۵۸۸ھ کہا جاسکتا ہے؛ اِس حملہ میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ تھے، اور اِس فتح کو انہی کی معیت کا نتیجہ بتلاتے ہیں، سنہ ۱۱۹۴ء مطابق سنہ ۵۹۰ھ میں جے چند والئی قنوج کو قتل کیا، اور قطب الدین ایبک کو اپنا نائب السلطنت بنا کر غزنی کو واپس چلا گیا؛

(بقیہ صفحہ ۶۰) اس نے تینتیس برس حکومت کی، اور بہت سا زر و مال کی ذخیرہ ایک تنہا لڑکی چھوڑی، یہ ۲ شعبان المعظم سنہ ۶۰۲ھ کو قوم گھکڑوں کے ہاتھ سے مارا گیا، جن کی سرکوبی کے واسطے ہندوستان سے آرہا تھا؛

قطب الدین یہ خاندان غلامان کا پہلا بادشاہ ہے، جو سلطان معز الدین کا غلام تھا، چونکہ اس کی چھوٹی انگلی ٹوٹی ہوئی تھی، اس واسطے اسکو ایبک کہتے تھے، یہ بڑا جانباز اور لائق سپہ سالار تھا، اتنا سخی تھا کہ لک بخش کا خطاب پایا، یہ سنہ ۱۲۰۶ء مطابق سنہ ۶۰۳ھ ۱۸ ذیقعدہ بروز سہ شنبہ تخت دہلی پر جلوہ افروز ہوا، سنہ ۶۰۷ھ [illegible]

جب سلطان محمد غوری مر گیا تو قطب الدین ایبک غیاث الدین محمود بن غیاث الدین محمد کے حکم سے دہلی کا پہلا مسلمان بادشاہ بنا، جس نے ہندوستان میں بیٹھ کر ہندوستان پر حکومت کی، چونکہ سلطان محمد غوری کے مرنے کی خبر سننے سے بدھ گوجر پھر باغی ہو گئے تھے، اور میوات کو لوٹنا کھسوٹنا شروع کر دیا تھا، نیز پرتھی راج کا عزیز ہمراج بھی ان سے سازش کر کے گئی ہوئی سلطنت کو بحال کرنے کی فکر میں تھا، اس واسطے سلطان نے میوات پر فوج کشی کی، اور میوات کا حاکم سید وجیہ الدین جو نہایت متقی اور متشرع مسلمان تھا، مقرر کیا، نیز قلعہ بیانہ کو جادو دوں سے فتح کیا، جس کا حاکم رتن پال تھا، یہ پکڑا گیا، اور اس کے کئی لڑکے مسلمان ہوئے، جن سے میواتیوں کے گوت بھی گوت اور پال ہیں؛

چونکہ اب ان نو مسلم میواتیوں نے بدھ گوجروں کی طرح اپنا پیشہ رہزنی اور قطاع الطریقی اختیار کر لیا تھا، اس واسطے سید موصوف حاکم میوات نے روکنا چاہا، مگر باز نہ آئے اور شورش کر کے سید موصوف کو قتل کر ڈالا، نیز یہ امر تاریخ فرشتہ سے بھی ظاہر ہے کہ ان نو مسلم میواتیوں کی دستبرد سے دہلی بھی محفوظ نہ تھا، اور اہل شہر پہر بھر دن سے دروازہ بند کر لیتے تھے، چنانچہ سلطان ناصر الدین محمود بن التمش کے عہد تک یہی حالت رہی، سلطان ذی الحجہ صفر ۱۶ / ۱۲۱۰ء میں لاہور میں چوگان کھیلتا ہوا گھوڑے سے گر کر مر گیا، اس نے بیس سال حکومت کی، جس میں ۱۶ سال شہاب الدین کے تابع اور چار سال خود مستقل حاکم رہا۔ قطب کی لاٹھ اس کے نام سے ہی موسوم ہے، جو مہرولی میں واقع ہے۔

موصوف کے وزیر اور داماد خان الغ خان اعظم نے (جو بعد میں بادشاہ تھا) سنہ ۶۴۵ھ میں سوات پر قبضہ کیا، اور ان سرکش اور رہزن لوگوں کو قرار واقعی سزا دی، اور بہت سے سواتی بخوشی تمام داخل اسلام ہوئے، مگر یہ تادیب بہت عرصے کے لئے کارگر ثابت نہ ہوئی، اس واسطے سنہ ۶۵۸ھ میں پھر دوبارہ یورش کی، اور مفسدوں کو اب کی دفعہ پہلے سے

(نوٹ صفحہ ۶۲) سلہ سلطان ناصر الدین التمش کا بیٹا تھا، جو بڑا متقی، پرہیزگار، اور شرع مسلمان تھا، شاہی خزانے کی ایک پائی تک سے سروکار نہ رکھتا تھا، قرآن شریف لکھکر روزی کماتا تھا، جب سنہ ۱۲۴۶ء میں تخت پر بیٹھا، تو اس نے اپنے باپ غیاث الدین بلبن کو الغ خاں کا خطاب دیکر سارا کاروبار سلطنت سپرد کرکے فرمایا، کہ تو کوئی ایسا کام نہ کیجو کہ قیامت کے روز تو خود بھی شرمندہ ہو اور مجھے بھی شرمندہ کرے، یہ اکثر حجرے میں بیٹھا رہتا تھا، مشہور ہے، کہ دربار کے علاوہ وقت میں گدڑی پہنے رہتا تھا، نہ کوئی لونڈی غلام تھا، چنانچہ جب اس کی بیگم نے کھانے پکانے کی آفت سے تنگ آکر شکایت کی، کہ باوجود بادشاہ ہونے کے میرے پاس ایک کنیز بھی نہیں، تو نیک دل بادشاہ رو دیا، اور کہا، کہ اس تھوڑی سی محنت پر صبر کر، کہ خدا قیامت کے دن ایک حور تمہاری خدمت کو دے گا، یہ علم و ہنر کا بھی شائق تھا، چنانچہ طبقات ناصری اس نے ہی لکھوائی، جس میں قریب قریب دنیا بھر کے گذشتہ مشہور بادشاہوں کا حال درج ہے، کل ۲۳ طبقات ہیں جن میں آٹھ طبقات میں حملہ آوران ہند کا تذکرہ ہے، اس کتاب کو ایشیاٹک سوسائٹی نے چھپوایا تھا اب نایاب ہے، میں نے اسکا کامل نسخہ بانکی پور لائبریری میں دیکھا تھا، یہ ضعیف العمر بادشاہ سنہ ۶۶۴ھ مطابق سنہ ۱۲۶۶ء میں بیس سال سلطنت کرنیکے بعد عالم آخرت کو سدھارا، مرآت

زیادہ سزا دی، اس حملے میں بھی بہت سے لوگ داخل اسلام ہوئے
جب سنہ ۱۲۶۶ھ میں ناصر الدین مرگیا، اور الغ خاں غیاث الدین بلبن کے
لقب سے ملقب ہو کر تخت نشین ہوا، تو اس نے سنہ ۱۲۶۶ء میں پھر میوات
پر فوج کشی کی، میواتیوں نے بہت دلاوری اور جوش سے مقابلہ کیا، اور
شاہی فوج کے چھکے چھڑا دیے، مگر شکست کھائی، اور کئی ہزار کی تعداد میں
مارے گئے، اس نے میوات کے بنوں اور جنگلوں کو کٹوا کر صاف کرایا،
گاؤں آباد کیے، سڑکیں بنوائیں، اور میواتیوں کو کاشتکاری کے کام پر لگایا
جنکا آجتک یہی پیشہ چلا آتا ہے۔

خاندان خلجی[۲] کے زمانے میں کوئی ایسے نمایاں واقعات ظہور میں نہیں

[۱] غیاث الدین بلبن ناصر الدین کے مرنے کے بعد سنہ ۱۲۶۶ء میں تخت نشین ہوا، یہ جیسا
زمانہ وزارت میں منتظم اور لائق ثابت ہوا، ویسا ہی زبردست بادشاہ بھی ہوا، اس نے اپنی
سلطنت کو بہت وسیع کیا، ہمیشہ باوضو رہتا، اور وعظ کی مجلسوں میں جا کر رویا کرتا تھا، گو
ظلم کا روادار نہ تھا، مگر باغیوں اور سرکشوں کو بہت سختی سے دباتا تھا، اسکو اپنے بڑے
بیٹے سلطان محمدؒ سے (جسکے مصاحبین حضرت امیر خسروؒ اور امیر حسن دہلوی تھے) بہت محبت
تھی، جب وہ ماہ ذی الحجہ سنہ ۶۸۳ھ میں مغلوں کا مقابلہ کرتا ہوا مارا گیا، تو یہ بہت دن نہ جیا،
اور اس کے تھوڑے دن بعد ۸۰ سال کی عمر اور بیس سال کی سلطنت کر کے سنہ ۶۸۴ھ
مطابق سنہ ۱۲۸۶ء میں اس جہان سے رخصت ہوا۔

[۲] خاندان خلجی کی بنیاد جلال الدین نے ڈالی، جو آخری بادشاہ کیقباد خاندان غلامان کا
وزیر تھا، اس خاندان کا سب سے مشہور بادشاہ علاء الدین گذرا ہے، جس نے دکن کو فتح کر کے

آئے جنکا تذکرہ کیا جائے، خاندان تغلق کا ابتدائی زمانہ ہی تھا، کہ قوم مکوم نے
سرالٹا پٹوکرہ اور اندور وغیرہ میں قلعہ بنائے اور حکومت کا سکہ جمانا شروع کردیا،
یہ بہت بددین اور جاہل تھے، اور روزانہ ایک آدمی دیبی کی بھینٹ چڑھانا اپنی
نجات کا ذریعہ جانتے تھے، جب سلطان فیروز شاہ تخت سلطنت پر رونق
افروز ہوا، تو اس نے ان بیہودہ اقوام کی سرکوبی کے لئے فیروز پور جھرکہ آباد کیا
اسی بادشاہ کے ہاتھ پر خانزادوں کا مورث اعلیٰ سانبر پال جو بعد میں نا ہر بہادر ہوا،

(بقیہ صفحہ ۶۴) راپیتو میں ایک مسجد بنوائی، تاکہ اسلام کی یادگار باقی رہے، ملک کافور
اس کا وزیر تھا، یہ خاندان ۱۳۰۹ء سے ۱۳۲۰ء تک برسر حکومت رہا۔

۱ے یہ کشواہہ قوم کی ایک شاخ تھی، جو پٹوکرہ تحصیل تجارہ ریاست الور میں آباد تھی، اندور میں انکا قلعہ ابتک موجود ہے

۵۲ فیروز شاہ تغلق، یہ سلطان محمد عادل کا چچیرا بھائی تھا، اور اس کی ہی وصیت کے مطابق
۱۳۵۱ء میں تخت نشین ہوا، یہ نہایت نیک اور منتظم بادشاہ تھا، اس نے رعایا کی خوشحالی اور بہتری
کی غرض سے سڑکیں، نہریں اور چاہ وپل طیار کرائے، اور مسجدیں بنوائیں، شیخ نصیر الدین
چراغ دہلی اور مخدوم زادہ عباسی اسی کے عہد حکومت میں ہوئے ہیں، اس نے ۱۳۸۸ء تک حکومت
کی، خاندان تغلق کا سب سے مشہور اور نیک نام بادشاہ یہی ہے، اس نے اپنا تذکرہ خود ہی لکھا ہے
جس میں اپنے عہد حکومت کے تمام واقعات کا مفصل طور پر ذکر کیا ہے۔

۵۳ سانبر پال، بقول مؤلف ضلع گوڑگانوہ خانزادہ قوم اس کے نام سے ہی موسوم ہے
چونکہ یہ فیروز شاہ کا ۔۔۔ ہوگیا تھا، ہمارے خانزادے بھائی اپنی قومیت کے بارے میں مختلف
الرائے ہیں، کبھی مغل بنتے ہیں، اور کبھی پٹھان، جو سراسر علم تاریخ سے لاعلمی پر دال ہے، ورنہ انہیں معلوم
ہونا چاہئے، کہ وہ خالص جادو بنسی نسل کے چھتری ہیں، جنسے میووں کے تیئس پال اور گوت ہیں۔

مسلمان ہوا تھا، جس کی روایت اس طرح ہے، کہ بادشاہ ایک روز شکار کو گئے
سانبرپال بھی ساتھ تھا، بادشاہ نے شیر کو بندوق چلائی، مگر وار خالی گیا، سانبرپال
نے اس موقع کو غنیمت سمجھکر بندوق چلائی، جس سے شیر مر گیا، اور بادشاہ نے
خوش ہوکر ازراہ قدردانی ناہر بہادر کا خطاب عطا فرمایا، اور ۸۰۰ھ میں اس کی خواہش
پر اُسے مسلمان کر لیا، اور تھوڑا سا علاقہ بطور جاگیر بھی دیا، آخر ہوتے ہوتے یہہ
بہت زبردست ہوگیا، اور اس نے کوٹلہ میں فیروز شاہی قلعے کے مانند ایک[1] قلعہ
بنوایا، جس کے آثار ابتک پائے جاتے ہیں، اور میوات کا حاکم بن بیٹھا، سلطان
ابوبکر تغلق نے کئی دفعہ اس سے مدد مانگی تھی، آخر ۷۹۵ھ میں اسکا انتقال ہوگیا
میوات کی حکومت مدت تک متفرق طور پر اس کے اولاد کے پاس رہی، کیونکہ
اس نے اپنی حین حیات میں اپنا علاقہ آٹھ[2] بیٹوں میں تقسیم کر دیا تھا +

---

[1] یہ قلعہ کوٹلہ تحصیل نوح ضلع گوڑگانوہ میں عین پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے، اُسی زمانے کی ایک مسجد بھی ابتک قائم ہے، جامع مسجد دہلی سے ملتی جلتی ہے، اور ایک ہی معمار کی بنائی ہوئی معلوم ہوتی ہے

[2] ناہر پال کے آٹھ بیٹوں کی تفصیل یہ ہے +

(۱) بہادر خان، یہ سب سے بڑا اور مشہور تھا، چودہ گاؤں اس کے قبضے میں تھے (۲) علاؤالدین یہ بھی مشہور ہوا ہے، اس کے پاس پانچ گاؤں تھے، اور تجارہ پایہ تخت بنایا تھا، (۳) شاہ محمد اس کے پاس نو محال تھے (۴) شہاب خان یہ بھی نامی ہوا ہے، اس کے پاس چھ محال تھے، اور پہاڑی میں مسند نشین تھا (۵) ملک ہردو، اس کے پاس چار محال تھے، (۶) مرنج اس کے پاس ایک گاؤں تھا، (۷) ملک فخر خاں، اس کے پاس چار گاؤں تھے (۸) نظام خاں اس کے پاس چار محال تھے، (۹) فتح خاں اس کے پاس بھی چار محال تھے +

خانزادوں کی حکومت کا دور دورہ خاندان لودھی[1] کے زوال تک رہا، البتہ ۷۹۸ھ مطابق ۱۳۹۸ء

مطابق ۸۰۱ھ امیر تیمور صاحبقرانی[2] نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ اور بہت سی جنگ

آزمائی اور فتوحات کے بعد میوات پہنچا۔ میواتی بغیر کسی جدوجہد کے مطیع ہو گئے،

اور میوات کا علاقہ سید خضر خاں کو دیا، جس نے خانزادوں کی حکومت کو بحال

رکھتے ہوئے میواتیوں پر بھی خاص نوازش فرمائی +

جب سید خضر خاں[3] پورب کی طرف چلا گیا، تو مبارک شاہ[4] نے ۸۲۵ھ میں میوات

---

[1] خاندان لودھی، اس نے سنہ ۱۴۵۱ء سے ۱۵۲۶ء تک حکومت کی، خاندان سادات کے بعد تخت سلطنت حصہ میں آیا۔

[2] امیر تیمور صاحبقرانی، یہ چغتائی نسل سے تھا، اصل نام تمر تھا، قد کا لمبا رنگ کا گورا، کشادہ پیشانی اور بھاری سر تھا، آنکھیں چراغ کے مانند روشن اور آواز نہایت سخت تھی، نہایت دلیر اور استقلال والا تھا، حملہ میں صفاول میں دکھلائی دیتا تھا، گو لنگڑا تھا، مگر اتنا اقبالمند بادشاہ ہوا ہے کہ بادشاہ اس کے ہمعصر بادشاہ ہدیئے اور تحائف بھیجا کرتے تھے، کیونکہ اتنا ظلم و تعدی سے کام لیتا تھا، کہ بعد فتح شہروں کا نام و نشان مٹا دیتا تھا، یہ شہر خطہ کش میں پیدا ہوا، والدہ کا نام نگینہ خاتون اور باپ کا نام امیر ترا غائی تھا دادا کا نام بوگل اور جد امجد اسکا ہلاکو خان کا سپہ سالار تھا، بعض مورخ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ نہایت غریب خاندان میں پیدا ہوا تھا، بکریاں چرایا کرتا تھا کہ کسی نے لشکر گرم کر دیا، اور ایک نامی بزرگ شمس الدین باخرزی کی دعا سے بادشاہ ہوا، یہ خود عالم اور عالموں کا قدر دان تھا، سمرقند و بخارا اور علاقے تھے، ۳۴ سال کی عمر میں وسط ایشیا کو فتح کر کے محمود تغلق کے عہد میں سنہ ۱۳۹۹ء میں ہندوستان پر حملہ آور ہوا جس میں علاوہ قتل و غارت کے لاکھوں کا مال متاع ساتھ لے گیا اور خضر خاں کو نائب السلطنت بنا کر چلا گیا۔

[3] خضر خان، یہ خاندان سادات کا پہلا بادشاہ ہوا ہے، جو دولت خان لودھی کو نکال کر بادشاہ بنا، اور خاندان سادات کی بنیاد ڈالی، یہ ۱۴۱۴ء سے ۱۴۲۱ء تک حکمراں رہا، اس خاندان نے سنہ ۱۴۵۰ء تک حکومت کی، مگر صرف دہلی کا

پر حملہ کیا، بعد از خونریز جنگ میواتیوں کو شکست ہوئی، اور خانزادہ جنہوں نے قلعہ فیروزپور دبایا ہوا تھا، بادشاہ سے خائف ہو کر اورنگی پہاڑی میں جا چھپے، اور لشکر شاہی کا مدافعانہ طور پر مقابلہ کرتے رہے، اور دامن کوہ میں نہ گھسنے دیا، بادشاہ نے بھی خیمے نصب کر دئے، آخر بڑے معرکہ کی جنگ ہوئی، جس میں بادشاہی لشکر تک کو نوبت فاقہ پہنچی اور مبارک شاہ نے فتح پائی، ابھی بادشاہ نے اس خرخشہ سے رہائی نہ پائی تھی، کہ محمد خاں ایک نامی امیر نے جسپر بادشاہ کو بڑا اعتماد تھا، میواتیوں اور خانزادوں کو گانٹھ کر باغی ہو گیا، اور حکومت بیانہ جو مبارک شاہ کے قبضے میں تھی جا دبائی، بادشاہ نے معہ اس کے ہمراہیوں کے اسکا تعاقب کیا، لیکن محمد خاں نے جان کی اماں پا کر بادشاہ کی متابعت کا حلف اٹھایا، اور بادشاہ نے بھی بنظر خسروانہ اُسے معاف کر کے میوات کا حاکم مقرر کر دیا، جسپر یہ برائے نام حکومت کرتا رہا، خاندان سادات کے خاتمہ پر بہلول لودھی[1] سنہ ۱۴۵۰ء میں تخت سلطنت پر بیٹھا، اس زمانے میں میوات کا ملک احمد خاں خانزادہ نے دبا لیا تھا، اور اُسے سات حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا، بہلول لودھی نے حملہ کر کے اُسے شکست دی، اور تاتار خاں خانزادہ کو حاکم تجارہ مقرر کیا۔

جب سنہ ۱۴۸۸ء میں بہلول لودھی مر گیا، تو سکندر لودھی[2] نے تخت نشین ہو کر اپنے

(بقیہ صفحہ ۶۷) مضافات تک ہی تھی۔ ۵ دوسرا بادشاہ مبارک ہے، جو سید خضر خاں کا بیٹا تھا، سنہ ۱۴۲۱ء سے سنہ ۱۴۳۳ء تک حکمران رہا، اور قتل ہو کر مارا گیا۔ [1] یہ خاندان لودھی کا پہلا بادشاہ ہے، جو آخری سید بادشاہ علاء الدین کی مرضی سے سنہ ۱۴۵۰ء میں تخت دہلی پر متمکن ہوا، یہ بڑا دانا اور عقیل تھا، اس نے سادات کی کمزوری کو رفع کیا، چھبیس سال کی پے در پے کوششوں سے جونپور فتح کیا، اور سنہ ۱۴۸۸ء تک حکومت کر کے اس جہاں سے رخصت ہوا، یہ انتظام سلطنت کو تمام امور پر فوقیت دیتا تھا۔

بھائی علاء الدین میوات کا مالک عنایت کیا اور اُس نے اپنے نام علاول پور موضع بسایا، جس کے نشانات بگلدہ کے قریب میں ابتک پائے جاتے ہیں، اور جب سکندر لودھی بھی عالم آخرت کو سدھارا، تو ابراہیم[1] لودھی نے تخت سلطنت پر جلوہ گر ہوکر میوات کا علاقہ حسن خاں خانزادہ کو عنایت کیا۔

چونکہ امرائے دربار ابراہیم لودھی کے طرز گفتگو اور آداب ملاقات سے خوش نہ تھے اسواسطے کئی نمکحرام امرائے دربار اور خصوصاً رانا سانگا نے جسے یہ امید تھی، کہ بابر بھی امیر تیمور کی طرح لوٹ مار کرکے چلا جائیگا تو میں اپنا پیشتر جیسی عزت و عظمت حاصل کرونگا بابر کو ہندوستان آنیکا بلاوا دیا، بابر جو اسی موقع اور محل کا منتظر بیٹھا ہوا تھا، اس امر کو فال نیک سمجھکر چلدیا، اور راستے کے علاقے کو زیر و زبر کرتا ہوا آگے پہنچا، گو ابراہیم لودھی نے مصالحت کرنی چاہی، لیکن نہ ہوسکی، آخر پانی پت کے مقام پر ایک لاکھ فوج اور کئی ہزار ہاتھیوں سے مقابلہ کیا، چونکہ بابر ایک نہایت آزمودہ اور تجربہ کار جرنیل تھا، ترتیب صف کے علاوہ توپخانہ بھی زیادہ تھا، اور شمالی ملک کے باشندے اکثر گرم ملک کے باشندوں پر فتحیاب ہوتے رہے ہیں، اگو ابراہیم نے نہایت جانبازی سے

(نوٹ صفحہ ۶۸) سکندر یہ بہلول لودھی کا بیٹا تھا، جسکا اصلی نام نظام خاں تھا، ۱۴۸۸ء سے ۱۵۱۷ء تک حکمراں رہا، اس نے ۱۵۰۲ء میں دہلی کی بجائے آگرہ دارالخلافہ بنایا، اور کبیر پنتھی مذہب سے ہندو مسلمانوں میں اتحاد بڑھا، اسکا سلوک رعایا کے ساتھ بہت اچھا تھا۔

[1] ابراہیم لودھی، یہ خاندان لودھی کا آخری بادشاہ تھا جس نے ۱۵۲۶ء تک حکومت کی، چونکہ امرائے دربار سے اچھا سلوک نہ تھا، اس واسطے انھوں نے بابر کو بلایا، جس نے پانی پت کے مقام پر اسے شکست دی، اور یہ بہادر مردانگی دے کر اس جہاں سے رخصت ہوا۔

مقابلہ کیا، مگر شکست کھائی، اور وہ ہاتھی جنپر اُسے غرور تھا، اُسی کے ہی لئے بلائے بے درماں ثابت ہوئے، اور داد مردانگی دیکر اس جہان سے عالم آخرت کو سدھارا اور اس طرح اُس نامور خاندان کی بنیاد پڑی، جو تقریباً ۳۵۰ سال تک ہندوستان پر نہایت عدل و انصاف سے حکومت کرتا رہا، ابھی بابر[1] نے اس خرخشے سے نجات پاکر تخت سلطنت پر جلوس ہی کیا تھا، کہ ابراہیم مرحوم کے بھائی محمد شاہ نے خانزادوں اور میواتیوں کی ایک جمعیت کثیر جسکا اندازہ دو لاکھ بتلاتے ہیں، دیگر ہندو راجاؤں اور خصوصاً رانا سانگا سے جسکی بہادری کا سکہ تمام راجگان ہند میں بیٹھا ہوا تھا، ساز باز کر سیکری کے مقام پر آدبایا، بابری فوج جو متواتر لڑائیوں میں شریک ہونے سے صرف میں ہزار رہگئی تھی، جنگ سے بددل ہو رہی تھی، اسپر طرہ یہ ہوا کہ ایک نجومی محمد شریف نامی نے نجوم کے قاعدے سے بتلایا، کہ جو شخص مغرب کی طرف سے لڑیگا مغلوب ہوگا، اسوجہ سے سپاہ اور بھی شکستہ دل ہوگئی، مگر شیر دل بابر نے جواب شنیدنی ہو چکا تھا، قطعی پروا نہ کی، اور فوج کو بہادران عجم کے رزمیہ اشعار پڑھکر جوش دلایا، اور

[1] بابر عمر شیخ مرزا کا بیٹا اور امیر تیمور کی چوتھی پشت میں تھا، ۸۹۹ھ ۱۴۹۴ء میں بارہ برس کی عمر میں باپ کے مرنے پر فرغانہ (جو روسی ترکستان کا حصہ ہے) کا بادشاہ بنا، چنانچہ اسیوجہ سے مصائب نے آگھیرا، کبھی بادشاہ تھا کبھی بیکس، کبھی چچا نے تنگ کیا کبھی ازبکوں نے، ۱۴۹۷ء میں سمرقند فتح کیا، لیکن گذر نہ ہو سکا، اور آخر ۱۵۰۴ء میں وطن کو خیرباد کہا، اور کابل و بدخشاں کو فتح کرکے چند سال وہاں گذارا کیا اور پنجاب پر بھی چڑھائی کی، لیکن ناکامیابی ہوئی، آخر ۱۵۲۶ء میں ابراہیم لودھی کو شکست دے خاندان مغلیہ کی بنیاد ہندوستان میں ڈالی، ۱۵۳۰ء تک حکومت کی، ۴۸ سال کی عمر میں ۲۶ دسمبر ۱۵۳۰ء کو اس جہان سے رخصت ہوا، بڑا بہادر جنگجو اعلیٰ درجہ کا سوار اور تیراک تھا، طبیعت کا سخت تھا مگر بے رحم نہ تھا، ہر وقت خندہ پیشانی رہتا تھا، اور ذلیل اور کمینہ حرکات سے نفرت کرتا تھا، گانے اور شعر گوئی کا بھی شائق تھا، گو پہلے شراب پیتا تھا مگر جنگ سیکری پر توبہ کرلی تھی، اسکا یہ شعر زبان زد خاص و عام ہے، بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست۔

اور بعض گناہوں سے تائب ہو کر بارگاہ ایزدی میں دعا کی، کہ اے بار الٰہ! میری عزت تیرے ہاتھ ہے، اتنا کہنا تھا، کہ بابری فوج جان دینے پر آمادہ ہو گئی، اور روس نے دشمن کو شکست فاش دی، اور بہت سے ہندو سردار، حسن خاں خانزادہ رئیس الور، اور ہزاروں میواتی حق نمک ادا کر کے مارے گئے، اور میوات کا علاقہ بلا خرخشہ جنگ و جدل بابر کے ہاتھ آیا، بابر نے لائق میواتیوں کو بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز فرمایا، اور جاگیریں دیں، اور میوات کا حاکم چین تیمور کو عنایت کی، جو ہمایوں کی تخت نشینی تک میوات کا حاکم رہا، سنہ ۱۵۳۰ء مطابق سنہ ۹۳۶ھ میں ہمایوں[1] نے تخت سلطنت پر بیٹھ کر حکومت میوات اپنے برادر خورد ہندال کو دی، جنکے عہد میں میواتیوں نے زراعت کی طرف خوب توجہ دی، اور اپنی حالت کو سنبھالا، مرزا نے الور، تجارہ، فیروز پور جھرکہ کو خاص رونق دی، شہر الور میں کئی عمارتیں تعمیر کرائیں، جنکے نشانات ابتک موجود ہیں، ڈہنکل پوری کی مسجد خاص مرزا ہندال کے عہد حکومت میں محمد امین چوہدری نے تعمیر کرائی، جس پر اس طرح سے تاریخ کندہ ہے:

زمان حکومت بہ ہندال مرزا	در ایام دولت ہمایون غازی
بست خدا را بنا کرد مولا	محمد امین خدا از دست راضی
زنہ صد نہ عدول بودی پنج تاریخ	زنقا سہم محمد شد ایں کار سازی

[1] ہمایوں، یہ بابر کا بیٹا تھا، جو اس کے مرنے پر تیس سال کی عمر میں سنہ ۱۵۳۰ء میں تخت نشین ہوا، اس نے باپ کی وصیت کے موافق اپنے بھائیوں کو سلطنت کا ایک ایک صوبہ دیا، اور اس طرح اپنے لئے مصیبت پیدا کر لی، کیونکہ ہر ایک بادشاہت کا خواستگار رہا، یہ فیاض اور بہادر تو تھا، لیکن سلطنت کو مستحکم کرنیکا موقع نہ ملا، اسی واسطے سنہ ۱۵۴۰ء میں شکست کھائی، اور ۱۵ سال تک تخت سلطنت سے محروم رہنے کے علاوہ بہت ہی تکالیف اٹھائیں، اور ایران پہنچا، جہاں کے بادشاہ

نوٹ جو ٹرنگ کے باز قول کی روایت ہے کہ بابری عہد کی جاگیریں ہی ہمارے پاس ہیں جو لسٹ نے ہمارے بزرگوں کو دی تھیں مؤلف

ابھی میوات میں ذرا امن ہوا تھا، کہ شیر خاں افغان نے ہمایوں کو ۱۵۴۰ء میں قنوج کے قریب شکست دی اور خود تخت ہند پر جلوہ گر ہوا، ہمایوں خود تو سندھ وغیرہ کی طرف ہوتا ہوا ایران پہنچا، اور مرزا ہندال گجرات کی طرف چلا گیا ؛

شیر شاہ[1] نے حکومت میوات خواص خان افغان کو دی، جو شیر شاہ کی مانند مُدبر لائق فائق اور منتظم تھا، اس نے میوات میں مال و فوجداری وغیرہ کا ایسا عمدہ انتظام کیا، کہ جو میوات کو کبھی نہ نصیب ہوا تھا، جب شیر شاہ ۱۵۴۵ء میں مر گیا، اور اس کی جگہ سلیم شاہ تخت نشین ہوا، تب بھی یہی حاکم رہا گو سلیم شاہ[2] نے اپنے بڑے بھائی عادل شاہ کو حکومت بیانہ دلائی تھی، لیکن اسپر صبر نہ کر کے سلطنت کے لینے کیلئے

(بقیہ صفحہ ۷۱)، طہماسپ شیعہ مذہب تھا، آخر ۱۵۴۵ء میں چودہ ہزار فوج لیکر واپس آیا، اور قندھار و کابل کو فتح کر کے ۱۵۵۵ء میں سرہند کے مقام پر ۱۵۵۵ء میں سکندر سور کو شکست دی، اور کوہ شور تک کی طرف بھگا دیا، یہ اسی کا دل گردہ تھا کہ گئی ہوئی سلطنت کو دوبارہ لیلیا، یہ خود عالم، فاضل اور علما کا قدردان تھا ہمیشہ علماء و فضلا کی صحبت میں باوضو رہتا تھا، علم ہیئت سے خاص لگاؤ تھا، ایجاد کا مادہ بھی تھا، ایک روز چھت پر مریخ کی چال دیکھ رہا تھا جب سیڑھیوں سے اُترنے لگا، اذان ہوئی تعظیماً بیٹھ گیا، اُٹھتے وقت پاؤں پھسل گیا۔ اور لڑھک کر زمین پہ پہنچے، اور ۵ ماہ برس کی عمر اور ۲۵ برس کی کم و بیش سلطنت کے بعد اس جہاں سے رخصت ہوا، [1] شیر شاہ، یہ قوم کا افغان اور بہار کا حاکم تھا لیکن بڑا سمجھدار اور قابل تھا، اس نے ساٹھ سال کی عمر میں ہمایوں کو شکست دیکر تخت دہلی حاصل کیا، جس وقت یہ آئینہ دیکھتا تھا، تو کہا کرتا تھا، کہ افسوس مجھے شام کو بادشاہی ملی، بڑا منتظم اور کامیاب بادشاہ تھا زمین کی مالگذاری، فوجداری اور سپاہ کی تنخواہوں کا ایسا معقول انتظام کیا، جو کم و بیش ابتک چلا آتا ہے رفاہ عام کیلئے سڑکیں، نہریں، مسجد اور تالاب بنوائے، گو پکا مسلمان تھا لیکن ہندو رعایا بھی شاکی نہ تھی افسوس کہ ۱۵۴۵ء میں پانچ برس سلطنت کر اس دنیائے ناپائدار سے رخصت ہوا ؛

[2] سلیم شاہ، یہ شیر شاہ کا بیٹا تھا، جو اُسکے مرنے پر ۱۵۴۵ء میں تخت دہلی کا مالک بنا گو باپ جیسی خاصیتیں رکھتا تھا لیکن عالی حوصلہ نہ تھا، اسی واسطے مرد جہ کو منگھ جارحی رکھ سکا ۱۵۵۴ء میں ۹ برس سلطنت کر کے دنیائے دُنی سے رخصت ہوا

ریشہ دوانیاں کرنے لگا، اسپر سلیم شاہ نے غازی خواجہ سرا کو فوج دیکر عادل خاں کی گرفتاری کے لیے بھیجا، مگر عادل شاہ خواص خاں حاکم میوات کے پاس چلا آیا غازی خواجہ سرا اسکا تعاقب کرتا ہوا میوات آن پہنچا، مگر قید ہوا، جب سلیم شاہ کو خبر ہوئی، تو اُس نے غصے ہوکر نہایت جوش و خروش سے ایک لشکر عظیم لیکر میوات پر چڑھائی کی، خواص خاں و عادل خاں بھاگ گئے، اور سلیم شاہ نے حاجی خاں کو میوات کا حاکم مقرر کیا،

جب سلیم شاہ مرگیا، تو اُس کی جگہ اسکا خردسال لڑکا تخت نشین ہوا، جسے قتل کرکے اُس کے ظالم ماموں عادل[1] شاہ کے لقب سے تخت نشین ہوا، مگر زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا، کہ ہمایوں نے ایران سے آکر خاندان سوری کا خاتمہ کردیا، غریب ہمایوں نے بھی دوبارہ حکومت کی بہار نہ دیکھی تھی، کہ پیک اجل آپہنچا اور اکبر اسکا بیٹا تخت دہلی کا مالک ہوا، جسنے تخت سلطنت پر بیٹھتے ہی میوات کی خبر لی کیونکہ حاجی خاں ہیمو بقال دسکنہ ریواڑی جو عادل شاہ کا وزیر تھا، اور گئی ہوئی سلطنت کو اکبر کی خوردسالی کی وجہ سے جمانا چاہتا تھا، کی سازش سے باغی ہوگیا تھا، اسواسطے اکبر نے ناصر الملک کو فوج دیکر انکی سرکوبی کو بھیجا، جسپر یہ دونو بھاگ گئے، اور ناصر الملک بلا کسی مدد دوسری کے میوات پر قبضہ کر بیٹھا، اور تودی بیگ خاں کو حسب الحکم اکبر[2] حاکم میوات مقرر کیا، مگر تھوڑے عرصے بعد محمد خاں حاکم میوات امتحاناً مقرر ہوا

[1] عادل شاہ، یہ اپنے بھانجے اور سلیم کے بیٹے کو قتل کرکے تخت کا مالک بنا، اتنا ظالم اور بیرحم تھا، کہ اپنی بہن کے گود کے لڑکے کو بھی قتل کرادیا، بڑا عیاش تھا، زیادہ ہاتھ پاؤں پھیلائے تھے اکہ سنہ ۱۵۵۵ء میں ہمایوں نے تخت دہلی حاصل کرلیا +

[2] اکبر کا دنیا کے بہت بڑے تاجداروں میں شمار ہوتا ہے، کیونکہ علاوہ کامیاب فاتح ہونیکے

جس نے الور میں جامع مسجد بنوائی اور میوات کی حالت کو درست کیا، چنانچہ ۹۸۰ھ میں جب اکبر حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی زیارت کو اجمیر گیا، تو محمد خاں کے انتظام سے بہت خوش ہوا، اور اسے مستقل طور پر حاکم میوات کر دیا، چنانچہ تیس سال تک یہ حاکم رہا، اور میواتیوں نے انکے زیر سایہ نہایت امن و چین سے زندگی بسر کی۔

جب یہ مر گیا، تو اس کی جگہ اسکا بیٹا نورالدین حاکم میوات مقرر ہوا، ابھی کچھ دن نہ گذرے تھے، کہ اکبر کے عالم آخرت کا بلاوا آگیا، اور جہانگیرؒ پسر خود تخت سلطنت کا مالک ہوا، جہانگیر کا تخت پر بیٹھنا تھا، کہ وہ فتنے و فساد، لڑائی دنگے اور لوٹ مار

(بقیہ صفحہ ۶۳) منتظم بھی ایسا تھا، کہ صوبوں تک جانشینوں کو کوئی دقت پیش نہ آئی۔ قد کا لانبا، رنگ کا گورا پیشانی کشادہ اور بازو لمبے تھے، آواز بلند، طرز گفتگو شیریں، اور ہر قسم کے کھیلوں کا شائق تھا، گو امی تھا مگر علما فضلا کی صحبتوں میں رہنے سے نظم و نثر کی خوبیوں کو اچھی طرح سمجھ سکتا تھا، ہندوؤں کی دلداری کے واسطے کئی قانون ایسے جاری کیے، جو مذہب اسلام کے خلاف تھے، اس نے ایک نیا مذہب دین الٰہی بھی جاری کیا، جسکا یہ خود خلیفہ تھا، اور جس میں تقریباً تمام مذاہب کے اصول تھے اس نے راجپوتوں سے شادیاں بھی کیں، اور انھیں اپنی سلطنت میں اعلیٰ عہدے دئے اس کے زمانے میں رعایا ہر طرح خوشحال اور فارغ البال تھی، یہ تیرہ سال کی عمر میں ۱۵۵۶ء میں تخت نشین ہوا اور ۴۹ سال کی مدت سلطنت اور تریسٹھ سال کی عمر میں ۱۶۰۵ء میں اس جہاں سے رخصت ہوا، ملکہ جہانگیرؒ اسکا نام سلیم تھا، اور اسکی ماں راجپوتنی تھی، ۱۶۰۵ء میں جہانگیر کے لقب سے تخت نشین ہوا، تو اس نے نورجہاں سے شادی کی، پہلے جو شیر افگن کے نکاح میں تھی، سارا کاروبار سلطنت ملکہ نورجہاں ہی سرانجام دیتی تھی، اسکا عہد بغاوت سے پُر ہے، یہ خود شراب پیتا تھا، لیکن اپنی سلطنت میں منشی اشیاء کی ممانعت کر رکھی تھی، انگریزی مشن ۱۶۱۵ء میں تجارتی عہد نامہ منظور کرانے آیا تھا، جس نے اس کے عہد کے حالات قلمبند کیے ہیں، یہ ۱۶۲۷ء میں ۵۹ سال کی عمر اور ۲۲ سال کی سلطنت کر کے بعارضہ دم کشمیر سے واپس آتا ہوا مر گیا، شاہدرہ متصل لاہور میں بڑا نفیس مقبرہ ہے۔

جو مدتیں ہوئیں نابود ہو گئے تھے، از سر نو شروع ہو گئے، چنانچہ پاہٹ نسل کے مشہور باغی رائے بہان نامی نے گڈہ وغیرہ کے پہاڑوں کو جائے پناہ بنا اور میواتیوں کی ایک زبردست جمعیت فراہم کر شاہی لشکر تک پر ہاتھ صاف کرنے لگا، اور میوات میں باغیانہ سلطنت کو دوبارہ قائم کرنے کے خیال خام پکانے لگا، اور اس غرض سے بادشاہ سے لڑائیاں بھی لڑیں اگر بے سود تھوڑے عرصہ بعد جہانگیری کا دور دورہ ختم ہوا، اور شاہجہانی پرچم لہرانے لگا، اور اس نے میوات کی جملہ خرابیوں کا انسداد کے خلیل اللہ کو حاکم میوات مقرر کیا،

جب ۱۶۵۸ء میں شاہجہاں سخت بیمار ہوا تو اُس کے بیٹوں میں تخت نشینی کے بارے میں جنگ وجدل ہوا جس میں سب پر اورنگ زیب غالب آیا، اور اُس نے خلیل اللہ ہی کو حاکم میوات برقرار رکھا، لیکن جب میوات میں بدامنی پھیلنی شروع ہوئی، تو ۱۶۸۲ء اورنگ زیب نے میوات پر حملہ کیا، اور میوات کی جملہ خرابیوں کا

(۱) شاہجہاں، جہانگیر کے مرنے کے بعد اپنے خسر آصف الدولہ برادر نور جہاں کی مدد سے شاہجہاں کے لقب سے تخت نشین ہوا، یہ نہ شرابی تھا، نہ کاہل، اکبر کی طرح ہندو مسلمانوں کو یکساں نظر سے دیکھتا تھا، رعایا اس سے نہایت درجہ خوش تھی؛ اتنا منتظم و مدبر اور لائق تھا، کہ باوجود لاثانی اور بے نظیر عمارات مثلاً لال قلعہ و جامع مسجد دہلی، روضہ تاج محل، وغیرہ کروڑہا روپیوں کی بنانے کے مرتے وقت ۲۴ کروڑ نقد روپیہ چھوڑ کر مرا، تخت طاؤس اور دیگر عمارات ان کے علاوہ ہیں، مگر آخری وقت بری طرح کٹا، کیونکہ جب ۱۶۵۸ء میں یہ بیمار ہوا تو اس کے چاروں بیٹوں، دارا، مراد، شجاع، اورنگ زیب میں تخت نشینی کے لئے لڑائی اور فساد ہونے لگا، جس میں اورنگ زیب سب پر غالب آیا، اور اس نے بنظر مصلحت دوراندیشی اور پولیٹکل معاملات پیچیدہ سے نظر بند کر دیا، گو ہر طرح کا عیش و آرام تھا، لیکن کہاں بادشاہی اور کہاں نظر بندی، ۱۶۶۶ء میں پنا نام چھوڑ صفحہ روزگار سے حرف غلط کی طرح مٹ گیا، مؤلف

قطعی طور پر انسداد کیا، اور بجائے خلیل اللہ کے عبدالرحیم خاں حاکم میوات مقرر ہوا
جس نے بحکم عالمگیر اورنگ زیب[۱] قلعہ الور کی مرمت کرائی اور ایک مسجد بھی بنوائی
جو ابتک قائم ہے، جب عبدالرحیم خاں کسی قصور کی پاداش میں معزول ہوا، تو محمد امین خاں
حاکم میوات مقرر ہوا، اسنے بھی ایک کنواں تعمیر کرایا، جسپر اس طرح تاریخ کندہ ہے،

"درعہد سعادت عہد وزماں دولت ابد پیوند بادشاہ عالمگیر اورنگ زیب بہادر
خلد اللہ ملکہ احقر العباد اللہ محمد امین ولد شمس الدین ولد محمد قمر الدین چاہ فی سبیل اللہ بنا فرمود
تا مردمان شہر و جملہ خلایق فیض یابند، فی التاریخ غرہ ربیع الاول سنہ ۱۰۸۴ھ"

---

[۱] یہ محی الدین عالمگیر اورنگ زیب کے لقب سے ۱۶۵۹ء میں تخت نشین ہوا، یہ نہایت پاکدامن اور پرہیزگار تھا، نہ شراب کا چسکا تھا، نہ عیاشی کی لت، نہ فضول مصارف پر شاہی روپیہ خرچ کرتا تھا بلکہ اپنے ہاتھ سے کلاہ بنا کر روزی کماتا تھا، نہایت سادہ لباس پہنتا تھا، شاید ہی کبھی زیور پہنا ہو، شعائر اسلام کا سختی سے پابند تھا، ویسے ہی نہایت دلیر اور نڈر جرنیل تھا، سخت سے سخت مہم میں بھی ہمیشہ شریک رہتا تھا، کاروبار سلطنت میں سود رعایت کو پاس نہ پھٹکنے دیتا تھا، گانے بجانے سے سخت نفرت کرتا تھا، انتہا درجہ کا مستقل مزاج اور صابر تھا، ہر وقت کشادہ پیشانی اور با ہمت رہتا تھا، ساٹھ سال کی عمر میں بہارت دکن میں وہ انتہا درجہ کی تکالیف سہی، گو کیا کوئی نوجوان سہیگا، سپاہی معاملات میں اپنی نظیر آپ تھا گو بڑھاپا آگیا تھا، لیکن دل و دماغ جوانوں کا سا تھا، سلطنت کو اسقدر وسعت کبھی اگر کبھی نہیں ہوئی تھی، گو بعض متعصب مورخ اورنگ زیب پر سلطنت مغلیہ کے زوال کا الزام تھوپتے ہیں، کہ اس نے اپنے رویے سے ہندو رعایا کو ناراض کر کے جڑوں کو کھوکھلا کر دیا تھا، لیکن یہ سراسر غلط ہے، کیونکہ واقعات اس کے خلاف ہیں، اتنے محاصل معاف کے بیگھا کو ہی کیا کر بیٹھے رعایا کی بہتری میں ہر وقت کوشاں رہا اور اس کی بہتری کے خیال سے اپنے خرچ میں ایک پیسہ تک خرچ نہیں کیا، آخر یہ نیک اور متقی بادشاہ ۵۰ سال کی عمر ۹۰ سال کی سلطنت کے بعد دکن سے واپس آتے ہوئے ۱۷۰۷ء میں بمقام احمد نگر مر گیا اور بموجب وصیت دولت آباد کے قریب میں خلد آباد میں دفن ہوا، اور قبر کو ویسے ہی سادہ رکھوایا، جیسا کہ زندگی سادی تھی ✦

اس نے کنوئیں کے قریب ایک مسجد بھی بنوائی تھی، جو اب بالکل مسمار ہو گئی ہے، اورنگ زیب کے عہد میں میوات میں ہر قسم کا امن وامان رہا، اور کوئی بد امنی نہ پھیلی کیونکہ گو بادشاہ دور رہتا، لیکن ہر گوشے گوشے کی خبر اس تک پہنچتی رہتی تھی، یہ مغلیہ خاندان کی آخری شاندار حکومت تھی، گو اس کے بعد ۱۸۵۷ء تک بادشاہت رہی، مگر نہ وہ بادشاہت تھی، نہ انتظام اور رعب داب تھا، چنانچہ جب محی الدین عالمگیر اورنگ زیب نے اس جہان فانی سے جہان جاودانی کو کوچ کیا، تو ان کی جگہ بہادر شاہ پسر خود ۱۷۰۷ء میں تخت نشین ہوا، جس نے میوات کا حاکم سید حسن خاں مقرر کیا، جب ۱۷۱۲ء میں بہادر شاہ پانچ سال سلطنت کر کے مر گیا تو اس کے بعد سات سال کے عرصے میں بن بادشاہ[1] تخت دہلی پر بیٹھے، بادشاہت کیا تھی، کٹ پتلیوں کا تماشا تھا کیونکہ امرائے دربار اتنا زور پکڑ گئے تھے، کہ جسے چاہتے تھے تخت سے اتار کر قتل کرا دیتے تھے، اور نگ زیب کی وفات کے بارہ سال بعد ہی ۱۷۱۹ء میں محمد شاہ[2] نامی تخت پر بیٹھا، جو تیس برس یعنی ۱۷۴۸ء تک برائے نام بادشاہ رہا کیونکہ بڑے صوبے کا صوبہ دار بادشاہ کا رعب نہ مانتا تھا اور آپ ہی وہاں کا حاکم اور فرمانروا بن بیٹھا تھا، ظاہرا یہ بادشاہ کے ماتحت تھے اور کچھ روپیہ بھی بھیجا کرتے تھے، لیکن اصل میں بادشاہ صرف دہلی کا بادشاہ تھا، اس نے میوات کی حکومت ذو الفقار جنگ کو دی، جو کچھ دن بعد کسی جرم کی پاداش میں

---

[1] بن بادشاہوں سے مراد جہاندار شاہ ۱۷۱۲ء تا ۱۷۱۳ء (۲) فرخ سیر ۱۷۱۳ء تا ۱۷۱۹ء (۳) رفیع الدولہ و رفیع الدرجات چند ماہ ۱۷۱۹ء تا ۱۷۱۹ء۔

[2] محمد شاہ، یہ نہایت رنگیلا اور عیاش بادشاہ تھا، اس نے گو تیس سال سلطنت کی لیکن سلطنت مغلیہ کا ڈھانچہ بکھیر دیا، ہر صوبہ دار و نواب، خود مختار بن بیٹھا۔

معزول ہوا، اور اُس کی جگہ عبد اللہ علی خاں حاکم میوات مقرر ہوا، گو سلطنت مغلیہ میں سمندر کی سی لہریں اُٹھ رہی تھیں کیونکہ ادھر مرہٹے زور کر رہے تھے، ادھر صوبہ دار اور نواب ناک میں دم کر رہے تھے، کہ اچانک ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ نے حملہ کر دیا، اور کرنال کے مقام پر دونو کا سامنا ہوا، محمد شاہ نے شکست کھا کر صلح کر لی اور دونو بادشاہ دہلی میں داخل ہوئے، کہ چنداں بعد قتل عام کا حکم ہو گیا جس میں ڈیڑھ لاکھ آدمی ہو چکا تھا، کہ محمد شاہ اور نظام الملک نے معافی جا چاہی، آخر یہ بلا تخت طاؤس اور کوہ نور وغیرہ ہیرے لیکر رخصت ہوا، مگر میوات کا حاکم بدستور سید عبد اللہ علی خان ہی رہا، حتی کہ فاتح سرہند احمد شاہ کے لقب سے ۱۷۴۸ء میں تخت نشین ہوا، گو اس نے بہت ہاتھ پاؤں مارے، کہ حالت درست ہو، لڑائیاں بھی لڑا مگر ۱۷۵۴ء میں اندھا کر کے تخت سے اُتار دیا، اور اسی وجہ سے میوات کا انتظام تسلی بخش نہ رہا، ۱۷۵۴ء میں عالمگیر ثانی تخت نشین ہوا، مگر اسکو بھی چین لینا نصیب نہ ہوا، اور ۱۷۵۹ء میں غازی الدین نے قتل کرا دیا، اور شاہزادہ عالی گوہر تخت نشین ہوا، مگر احمد شاہ ابدالی نے ۱۷۶۱ء میں مرہٹوں کو شکست فاش

احوال نادر شاہ نادر خاں ایک غریب گڈریے کا لڑکا تھا، جو اورنگ زیب کی وفات سے تیس سال بعد نادر شاہ کے لقب سے فارس کا بادشاہ بن بیٹھا، اور افغانستان فتح کر لیا، ۱۷۳۹ء میں ہندوستان پر حملہ کر کے تخت طاؤس اور کروڑ ہا نقد روپیہ اور جواہرات لے گیا، یہ دیو کا دیو تھا چھ فٹ لمبا چہرے کا رنگ سیاہ، پیشانی پر بل پڑا ہوا، گھنی داڑھی، آوازیں بادل کی سی گرج، آنکھیں بجلی کی مانند چمکتی ہوئی سیاہ پوشش کا چغہ بدن میں اور سرخ رنگ کا بڑا عمامہ سر پر باندھا کرتا تھا، یہ مزاج کا تند اور پکا مسلمان تھا۔

دی، جس سے اسپر بھی بہت برا اثر پڑا، کیونکہ بادشاہ کبھی مرہٹوں کے ہاتھ میں
تھا، کبھی انگریزوں کے زیر اثر، اس نے بہت سے انقلاب دیکھے، چنانچہ
یہ ۱۷۸۸ء میں اندھا کر کے قید میں ڈالا گیا، مگر مرہٹوں کی مدد سے پھر دوبارہ تخت
پر بیٹھا، اور مادھوجی سیندھیا جسکے سب سے زیادہ اثر جمائے ہوئے تھا، خود وکیل
مطلق ہو کر شمالی ہند پر حکومت کرنے لگا، مگر ۱۸۰۳ء سندھیا کے شکست کھانے
کی وجہ سے بادشاہ انگریزوں کی حمایت میں آگیا، اور سرکار انگریزی کی جانب سے
ایک بیش قرار پنشن ملنے لگی، اگو مرہٹوں نے بہت زور شور دکھائے اور قلعہ ڈیگ
پر بھی قبضہ کر لیا تھا، اور انگریزوں کو ناک چنے چبوائے، مگر جنرل لیک نے ڈیگ کے
مقام پر ہلکر کی فوجوں کو شکست دی، اور راجہ بھرتپور نے جو ہلکر کے ساتھ شامل ہو گیا
تھا، صلح کی درخواست کی، چونکہ لارڈ لیک کے ساتھ احمد بخش[1] نامی ایک شخص نے ڈیگ
کے معرکہ پر بہت بہادری دکھائی تھی، اسواسطے میوات کا ایک حصہ جو آجکل فیروزپور
کی تحصیل کے نام سے موسوم ہے، عنایت کیا، انہوں نے فیروزپور جھرکہ میں ایک
مسجد بھی بنوائی تھی جو نہایت عالیشان ہے، اور ابتک برسر قیام ہے، ایام غدر تک
فیروزپور جھرکہ نواب موصوف کی اولاد کے قبضہ میں رہا، مگر سازش غدر اور کرنیل
فریزر کے قتل کرنے کی علت میں پھانسی کی سزا ملی، اور علاقہ فیروزپور گورنمنٹ
انگریزی میں ہمیشہ کے لئے شامل ہو گیا، اور اس طرح سے اور تمام علاقہ میوات ایام

ف ۱؎ احمد بخش ابتدا شروع میں سوداگر تھے، جو خرید و فروخت اسپاں کیا کرتے تھے، راجہ
بختاور سنگھ والیٔ الور کے ہاں ملازم ہو گئے، راجہ صاحب نے علاقہ لوہارو بتقرری دوامی عنایت
کیا، جو ابتک اُن کی اولاد کے قبضے میں ہے، لارڈ لیک سے ڈیگ کی فتح پر علاقہ فیروزپور لیا
جو غدر میں بعلت قتل فریزر چھین لیا گیا، مؤلف

غدر تک برٹش گورنمنٹ کے قبضے میں آگیا، کیونکہ ۱۸۰۳ء سے ہی مغلیہ بادشاہ انگریزوں کے پنشن خوار تھے، اور صرف دہلی کے گرد و نواح پر حکومت ختم تھی شاہ عالم ثانی کے بعد جو ۱۸۰۶ء میں مر گیا تھا، اکبر ثانی تخت نشین ہوا اور ۱۸۳۷ء تک برائے نام حکومت کرتا رہا، آخر ۱۸۳۷ء میں اس کے مرنے پر بہادر شاہ ثانی تخت نشین ہوا، جس کی حکومت صرف قلعہ تک محدود تھی، جب ۱۸۵۷ء میں ہندوستانی فوج نے انگریزوں کے خلاف بغاوت کی، کیونکہ یہ بھی پرانی شان و شکوہ حاصل کرنا چاہتا تھا، اسواسطے باغیوں نے نہایت دھوم دھام سے مطلق العنان بادشاہ بنایا، مگر یہ مطلق العنانی چند روزہ کی تھی کہ انگریزوں نے دہلی فتح کر لی، اور اسے قید کر کے رنگون بھیجدیا، جہاں وہ بعارضہ خلج ۱۸۶۴ء میں مر گیا اور اس طرح اُس عظیم الشان خاندان کی سلطنت اپنا نیک نام چھوڑ کر صفحہ دنیا سے اس طرح نابود ہو گئی، گویا کبھی ہوئی نہ تھی +

میواتیوں کے اخلاق عادات کا بیان

چونکہ اہالیان میوات نے ہنوز تعلیم میں کچھ زیادہ ترقی نہیں کی اور مذہبی حیثیت سے میواتیوں کا اکثر حصہ لامذہبی کو پہونچا ہوا ہے، مگر پھر بھی میواتی قوم کے لوگ اخلاق و عادات میں کسی شائستہ قوم سے پیچھے نہیں، قدرت کاملہ نے جو کچھ انہیں تعلیم دی ہے، اسپر عمل کر رہے ہیں +

جن لوگوں کو کبھی میوات کے سفر کا موقع ہوا ہوگا، اُن پر یہ امر بخوبی روشن ہوگا، کہ اہل میوات مہمان نوازی میں کسی مہذب سے مہذب قوم سے پیچھے نہیں،

بیاہ شادی، غمی کے موقع پر جو طعام داری کی جاتی ہے اُس میں اکثر حصہ
غربا کا ہوتا ہے اُن کی شادیوں کے بارے روپے پیسے کی بکھیر، کنگلوا کے
کھانے، اُن کی قدیم چھتری سخاوت کا اظہار کرتے ہیں، فقیر قوم کا اکثر حصہ نٹ
بھاٹ، میراثی، کنجر وغیرہ وغیرہ اپنا گذارہ اپنے اپنے پاپوؤں، ججمانوں
کسانوں وغیرہ سے کرتے ہیں، اور انہیں دعا دیتے ہیں، میراثیوں انکو جگوں
کر تو اونٹ گھوڑوں سے دان کیا جاتا ہے، شادیوں میں غربا کی بکھیر کے
سینکڑوں روپوں کا کھیت ہونا ایک معمولی بات ہے جس سے معمولی حیثیت
کا زمیندار بھی بری الذمہ نہیں ہوتا جو ایسا نہ کرے وہ اعلیٰ درجہ کا بخیل اور مردود
کہلاتا ہے، مسافر نوازی کا جو طریق یہاں دیکھا، اُس کی نظیر ہندوستان کے
دیگر قطعات میں مفقود ہے ہر ایک ایسے گاؤں جس کی آبادی سو گھر کی آبادی
سے متجاوز ہو ایک مکان دیہہ شاملات ہوتا ہے، جس کے متعلق کچھ شاملات
دیہہ اراضی ہوتی ہے وہ مکان اتنا بڑا ہوتا ہے، جس میں ایک خادم مکان اور
دس پانچ مسافر بخوبی گذارہ کر سکیں، خادم مکان اکثر فقیر ہوتا ہے اسکا کام
صرف خدمت مسافران ہے، اور وہ اراضی اُسکو مسافروں کی خدمت کے
صلے میں عطیہ ہے، اور بھی کئی ایک طریق سے اُس کی تواضع کی جاتی ہے۔
مسافروں کی طعام داری دیہہ کی طرف سے ہوتی ہے ؛

نیز میواتی قوم اپنے ہمسایہ قوموں سے نہایت اچھا سلوک کرتی ہے وہ لوگ
جو اپنے تئیں بایں الفاظ نسبت کر لیتے ہیں، کہ ہم فلاں گوت یا پال میں ہیں،
ایسا حسن سلوک کرتے ہیں، جس کی نظیر مشکل سے ملیگی، مثلاً اسکا ماربھنا مال ہو

اس کی ماں بہن اپنی ماں بہن ، جس کی عام دلیل یہ ہو سکتی ہے ، کہ یہاں کے باشندے خواہ کسی قوم سے ہوں ، فرضی حیثیت سے رشتہ بھائی، چچا، تا، دادا کہنے کو اپنا فخر جانتے ہیں ، یہانتک کہ بھنگی ، چمار تک سے بھی رشتے سے کلام کرتے ہیں ، شودری حیثیت جو ہندؤں میں ابتک برتی جاتی ہے ، اسکا برتاؤ نہایت احسن طریق سے ہوتا ہے ، معاملات کی صفائی میں اہل میوات مشہور ہیں مقامی مہاجنوں کے لین دین کے ہزاروں مقدمات جنکی وصولیابی سے مہاجنان مایوس ہو چکے ہوتے ہیں ، ہر و بہ کے پنچ اور ٹھونڈا ، کھیا وغیرہ فیصل کر دیا کرتے ہیں ، بہت ہی کم مقدمات کی نوبت سرکار عدالتوں تک پہنچتی ہوگی ، البتہ تعلیم کا عام چرچا نہونے سے لین دین میں نقصان بھی بہت اٹھاتے ہیں ، جس کا تدارک تعلیم ہی کر سکتی ہے ۔

میواتی نرم مزاج اور رحمدل ہوتے ہیں ، وعدہ کے بڑے مضبوط ہوتے ہیں ہاں ضد اور عسار گویا اُنسے ازل میں عہد و پیمان کرا ئی تھی ، کہ میں تمہاری ہوں ، اس لئے میوات میں یہ مثل زبان زد ہر خاص و عام ہے ، کہ میو کی اڑی پہاڑ چڑھی ، مگر گالی گلوچ جو اکثر دیہاتیوں کا حصہ ہے ، وہ میوات میں نہایت بھونڈی صورت پر ہے ، باہمی مصاہرت کے رشتوں میں جو خلاف تہذیب گالی گلوچ اور بیہودہ کلمات مستعمل ہوتے ہیں ، وہ قابل شرم ہیں ، اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون ۔

اکثر رسمیں شادی غمی کی بالکل ہندوانی پائی جاتی ہیں ، لباس بھی اکثر ہندوانہ ،[1]

---

[1] مثلاً پیدائش کے موقعہ پر بجائے عقیقہ کے چھٹی کا رواج ہے ، جو سراسر مخالف شریعت ہے منگنی کی بیجا رسم ، شادیوں میں عورتوں کے بیجا گیت ، بھات کا پوجنا ، منڈھا کرنا ، آرتا سنجھری کا ہونا

مثلاً دھوتی، لہنگا، انگیہ کا عام رواج ہے لیکن اب کچھ تبدیلی لباس میں ہوتی جاتی ہے، جب سے ہماری مہربان گورنمنٹ انگلشیہ نے اپنا سایہ ہند میں ڈالا ہے اسوقت سے بہت سے مدرسہ سرکاری امدادی میوات میں جاری ہو گئے ہیں جس سے پرانی جہالت کا قلع قمع ہوتا نظر آتا ہے، میوات کے رسوم کے متعلق ہم ایک مستقل رسالہ لکھیں گے، اِس لئے ہمیں طوالت سے احتراز ہے، ناظرین مطمئن رہیں +

میوات میں حالت اسلام

ہم بتلا آئے ہیں، کہ میوات میں ابتدائے اسلام محمود غزنوی کے زمانے سے پھیلا اور بہت سے فرقے اسوقت مسلمان ہوئے، اِسی زمانہ میں کچھ اسلام کے حکیمانہ احکام کی تعمیل بھی ہوئی، بعد اسکے جب ہندؤں کا دورہ ہوا، تو اسلام کے احکام کی طرف سے بے توجہی ہوگئی، یہی وہ زمانہ ہے، کہ جب ہندو مسلمانوں کے خیالات میں تصادم ہوا، اور دو مذہبوں اور قوموں کے مختلف خیالات اور مذہبی احکامات اور ملکی اور قومی رسم ورواج آپس میں ٹکرائے بالآخر ہندؤں کے مذہبی، قومی، اور ملکی خیالات نے فتح پائی اور مسلمانوں کو وہ

(بقیہ صفحہ ۸۲) لڑکیوں کی شادی پر لڑکے والے سے کچھ لینا، رنگ وغیرہ کا ڈالنا، ڈوموں اور بھاٹوں کو فضول روپیہ دینا، ماتم کے موقعہ پر جھوٹے شگون اور فال لینا، فاتحہ میں بہت سا روپیہ برباد کرنا وغیرہ وغیرہ بہت ہی بری رسمیں ہیں، کیا میواتی قوم اس ترقی کے دور میں سوتی ہی رہیگی؟ اے میرے نبی بھائیو کیا تمکو خدا کا یہ بھی کلام نہیں پہنچا، جسکا بعینہ ترجمہ یہ ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی — نہ ہو جسکو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

مذہبی جوش و خروش اور تعمیل احکام جو اسلام سے آنگمو ورثہ میں ملا تھا، رفتہ
رفتہ رخصت ہوگیا، اس زمانے میں رائے پتھورا والی اجمیر جیسا باجبروت
راجہ جس نے جو کچھ مظالم نومسلم فرقوں پر توڑے وہ مشہور خاص و عام ہیں، تھا،
ان لوگوں کو اس نے شودر کا خطاب دیا، تھیا، گھگری، لہنگا، انگیہ، دھوتی میں
لباس تبدیل کرنے پر مجبور کیا اور ہندوانی رسوم کو ان نومسلموں میں زبردستی
جاری کردیا، رواج اسلامی کو ان پر حرام قرار دیدیا، جو ابتک ان نومسلم قوموں
میں علی العموم اور میواتیوں[1] میں علی الخصوص جاری ہیں ۔

ملوک غور کے وہ بیباکانہ حملے جنہوں نے ہندوستان کے ہندو سلطنتیں
نابود کردیں، کچھ اصلاح نہ کرسکے، اور اسلام کی پاک تعلیم کا اثر نہ ہوا، چھٹی صدی
ہجری میں جب عامۃ المسلمین کے لئے ہندوستان کا راستہ صاف ہوگیا، تو مسلمان
عالم اور درویشان باخدا داخل ہندوستان ہوئے، جن میں حضرت خواجہ
معین الدین چشتی[2] رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، آپ اشاعت اسلام کی غرض سے

(نوٹ صفحہ ۸۳) [1] چنانچہ اس وقت سے لیکر ابتک بھی بہت سی بیجا رسمیں غریب
میواتیوں کا تو ذکر ہی کیا ہے، مسلمانوں کی قدیم قوموں مثلاً شیخ، سید، پٹھانوں تک میں
جاری ہیں، مثلاً نکاح ثانی کا نہ ہونا وغیرہ وغیرہ

[1] مثل گوت بچانا، بیٹی کو حصہ نہ دینا، دھوتی وغیرہ وغیرہ کا پہننا، اور بہت سی فضول رسمیں
ان میں اسی وقت سے پھیلی ہوئی ہیں؛ اے میرے میواتی بھائیو! اب تو وہ زمانہ نہیں، برائے
خدا ان کافرانہ رسوم کو چھوڑو، اور اسلام کے فلسفیانہ اور سیدھے اصولوں کو اختیار کرو
دیکھئے پھر پردۂ غیب سے کیا نمودار ہوتا ہے (اللہم زد فزد) ۔

[2] آپ کا نام مبارک معین الدین، والد کا نام غیاث الدین تھا، آپ کا سلسلہ نسب پندرھویں پشت
تک حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے، آپ کی ولادت ۵۳۵ھ بمقام سنجرستان ہوئی، ابتدا

ہندوستان میں تشریف لائے، اول اول آپ دہلی تشریف لائے، ہزاروں مخلوق خدا آپ کو دیکھکر اور وعظ ونصیحت کو سن کر مسلمان ہوئے تھے، اور اسلام کو بہت رونق ہوئی، روایت ہے کہ آپ نے دیوارٹری میں بھی قیام فرمایا، میواتی بھی آپ سے مستفید کو مستفیض ہوتے رہے۔

اس کے بعد حضرت سلطان الاولیا خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ وحضرت سلطان نصیر الدین چراغ دہلی کی طرف سے بھی ترویج دین کے لئے مختلف درویش باخدا میوات میں آتے رہے، شیخ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے خاص خلفا میں سے تھے، میوات میں تشریف لائے، جنکا مزار شریف پلہ تحصیل نوح میں ہے، اور ۲۷ رجمادی الاول کو بڑا زبردست میلہ ہوتا ہے، جس میں میوات کے عوام جہلا مرد عورتوں کا بکثرت ہجوم ہوتا ہے۔" اسی غرض کے لئے اکبری دور میں حضرت شاہ چوکھا[1]

(بقیہ صفحہ ۸۴) سے آثار ولایت ہویدا تھے، چنانچہ آپ چھوٹی ہی عمر میں تصوف کے چسکے سے دنیا سے متنفر ہو کر عراق عرب کی طرف چلے گئے، اور دینی علوم کو حاصل کیا، خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ کے مرید ہو گئے، اور مدتوں تک رہکر اور محنت شاقہ اٹھا کر علم باطنی کی تکمیل کی، آپ کے رہبر کامل نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، اور آپ نے فرمایا کہ اے عثمان معین الدین کو ہندوستان روانہ کرو، تاکہ وہاں دین اسلام کی اشاعت کرے، چنانچہ اس ارشاد نبی کے مطابق ہندوستان تشریف لائے، سلسلہ چشتیہ کا چراغ آپ ہی کی ذات بابرکات سے روشن ہوا، آپ کی وفات سنہ ۶۳۲ھ میں بعہد شمس الدین التمش واقع ہوئی اجمیر شریف میں آپ کا مزار زیارت گاہ ہر خاص و عام ہے، مؤلف

[1] آپ کا پورا نام شیخ عبدالفتح پیری نام احمد بخش، اور عوام میں چوکھا مشہور ہے آپ کا وطن پاک پٹن شریف ہے، جہاں سے آپ اکبری عہد میں بھائیوں سے ناچاقی ہونے پر چلے آئے تھے،

تشریف لائے، اور انھوں نے میوات میں دین اسلام کو بہت فروغ دیا،
اسی زمانے میں لال داس میواتی اپنی اوتاری کا دعویدار ہوا، اور اُس نے
بہت سے نومسلموں کو اپنا چیلہ بنا لیا، یہ مغلیہ خاندان میں جہانگیر و اکبر کی مملکت

(بقیہ صفحہ ۸۵) اور شیخ نظام بندگیؒ سے بیعت کرلی، اور انھوں نے آپکو میوات کی خلافت عطا فرمائی، جہاں آپنے فروغ اسلام میں بہت کوشش فرمائی، آپ کو سیاحت کا بھی شوق تھا، چنانچہ دوران سیاحی میں آپ کا ایک مجذوب فقیر سے واسطہ پڑا، اور اُس نے کامل پاکر یہ کہکر رخصت کر دیا، کہ میں پکا اور تو چوکھا، چنانچہ اسی وقت سے چوکھا مشہور ہوئے، ویسے بھی سینکڑوں ہزاروں کرامات عوام میں مشہور ہیں، گاڑیاں خاص طور پر معتقد ہیں، آپنے مرنے سے پہلے اس جگہ کو جہاں آپکا مزار شریف ہے، پسند فرمایا تھا، اور حسب وصیت یہیں دفن ہوئے تھے، جبکہ اکبر کے کسی معزز اور خوش اعتقاد عہدہ دار نے ایک بہت عالیشان عمارت بنوائی ہے، جو اب تک بدستور قائم ہے، گاؤں والوں نے کئی سو روپیہ کے جھاڑ فانوس خرید کر مزار کی زینت کو اور چار چاند لگا دیے ہیں، چاروں طرف بہت سے مکانات زائرین نے اپنی منتوں کے پورا ہونے پر بنا رکھے ہیں، جہاں وہ عرس کے موقعہ پر (جو ۹ رجمادی الاول کو ہوتا ہے) ہزاروں کی تعداد میں شریک ہوتے ہیں اور ٹھیرتے ہیں +
آپ کے مریدوں کی تعداد کا صحیح اندازہ نہیں، موجودہ گاؤں آپ ہی کے نام پر آپکے آٹھ خوش اعتقاد مریدوں نے بسایا ہے، جو اکثر میو تھے، چنانچہ جن کا مورث اعلیٰ جو نویں پشت میں تھا اور آدم خاں نام تھا، جھاڑ وکڑی تحصیل فیروز پور جھرکہ سے آکر آباد ہوئے تھے، فقط

خاکپائے خلق اللہ، فقیر سعد اللہ چشتی نظامی عفی عنہ، متوطن شاہ چوکھا

لہ آپکے والد کا نام چاند خاں، والدہ کا نام صمدا تھا، دو لوت نسل سے تھے، آپ کا سن ولادت تحقیق نہیں ہوا، ایک میواتی بیاض میں ۸۳۰ھ لکھا ہے، آپ موضع دھولی دوب پرگنہ الور میں پیدا ہوئے، نہایت آزاد اور دنیا سے سخت متنفر تھے، آپکا زمانہ وہ زمانہ ہے کہ اسلام میوات میں پھیل تو ضرور چکا تھا لیکن قوت نہ پکڑا تھا، گویا برائے نام مسلمانی تھی، ہر قسم کی آزادی ہندو مسلمانوں کو تھی، یہی وجہ ہوئی کہ آپنے اپنی اوتاری کا دعویٰ کیا، آپ کا مشن گرو نانک جیسا تھا، یہی وجہ ہے کہ آپکے ہندو مسلمان دونوں معتقد ہیں،

کا زمانہ تھا کہ اسلام کی حالت ردی ہو چکی تھی، چنانچہ ان کے بعد اس متقی اور باشرع بادشاہ کا زمانہ آیا، جو اورنگ زیب کے نام سے مشہور ہے، اس نے دین اسلام کو بہت ترقی دی، خلیل اللہ حاکم میوات نے الور وغیرہ میں دین اسلام کو خوب ترقی دی، اور مساجد وغیرہ کی تعمیر شروع ہو گئی، تیرھویں صدی ہجری میں حضرت مولانا مولوی محبوب[1] علی، و مولوی محمد مرید[2] و مولوی نور[3] علی صاحبان نے تشریف لا کر میوات میں شعائر اسلام کی ترویج کی۔ اور

(بقیہ صفحہ ۸۰) یہ مندر اور مسجد بنواتے تھے، اور گوشت سے پرہیز کرتے تھے، صدقہ اور خیرات کو دوست رکھتے تھے، اسی وجہ سے آپ کے ہزاروں معتقد ہیں حیات میں ہو گئے، جو میواتی لال داسی ہو گئے ہیں، اُن کی تمام رسوم ہندوانی ہیں، مگر شادیاں جُہلا میواتی مسلمانوں میں بھی ہو جاتی ہیں، اور عجیب عجب جھیلا ہوتا ہے، مزار شیر پور پرگنہ رانگڈھ ریاست الور میں ہے، ہر شش ماہی پر آپ کے معتقدات آتے ہیں اور صد ہا روپیہ نذر و نیاز چڑھاتے ہیں، میوات کے علاوہ لال داس کے معتقد ہندوستان کے اور قطعوں میں بھی پائے جاتے ہیں، چونکہ میواتی لال داسی اہل ہنود جیسا اعتقاد اور مذہب رکھتے ہیں، اسلئے ہمارے میواتی بھائیوں کو چاہئے، کہ اُن کو برادری سے خارج کر دیں، اور خلا ملا نہ رہیں، تاوقتیکہ تائب ہو کر اسلام کے اچھی طرح معتقد نہ ہوں*

[1] مولانا محبوب علی صاحب، آپ سادات کبار سے ہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے خاص شاگردوں میں سے ہیں، بہت بڑے زبردست فاضل، غازی متشرع عالم تھے، غدر سے پہلے آپ میوات میں تشریف لائے، آپ کی تبلیغ کا طریقہ ہی نرالا تھا، حالانکہ جاہل، اکھڑ میواتیوں کو گرویدہ کر لیا کرتا تھا، پیدل گاؤں گاؤں دورہ فرمایا کرتے تھے، آپ ہی کے وعظ و نصیحت سے میوات میں صوم صلوٰۃ کا رواج ہوا، اور مسجدیں تعمیر ہونے لگیں ورنہ قبل اس کے مسجد بنانے کا دستور نہ تھا آپنے تاریخ میوات لکھنے کا بھی اہتمام کیا تھا، مگر ناتمام رہا، مولوی عبداللہ خاں صاحب میواتی ساکنہ سالارس سے ہم کو بعض آپ کے قلمی مسودے ملے تھے، جن سے ہم نے اس تاریخ میں استفادہ کیا ہے۔

[2] مولوی محمد مرید صاحب، آپ آفریدی النسل ہیں، ایام غدر میں آپ تشریف لائے، ڈاکٹر نذر محمد مرحوم کا

اجرائے احکام دینی واشاعت سنت نبوی کی تبلیغ کا وہ کام کیا جس سے آج کوئی دیکھنے والا یہ کہہ سکتا ہے، کہ میو ایک مسلمان قوم ہے، لوگ صوم و صلوٰۃ کے پابند ہونے لگے، مگر افسوس ہے، کہ وہ اختلاف مذہبی جس نے مسلمانوں کا کچومر نکال دیا، اپنا رنگ یہاں بھی لائے بغیر نہ رہ سکا جس کی نسبت ایک دلی کا مشہور شاعر ببانگ دہل یوں پکارتا ہے +

خدا غارت کرے اس اختلاف دین و مذہب کو ۔۔۔ نچا یارا ہے اس نے کیسر عرب و عجم سبکو

ہزاروں سال سیکھا پر نہ سمجھا اصل مطلب کو ۔۔۔ عجب بدعقل ہے انسان کہ با این سعی و دانش

یعنی کئی ایک فرقے بندیاں ہو گئیں، کوئی کسیکو بدعتی کہتا ہے، کوئی کسیکو غیر مقلد اور وہابی کہکر پکارتا ہے، الغرض ان فرقے بندیوں سے جو حالت عام مسلمانوں کی ہو گئی، وہ کسی اہل نظر پر مخفی نہیں، تعجب تو یہ ہے، کہ ایک فرقہ دوسرے فرقے کو گمراہ بتلاتا ہے، کفر تک کے فتوے آپس میں ہو چکے ہیں، اس سے میوات کی آئندہ اسلامی حالت دردانگیز معلوم ہوتی ہے +

پس ہم ان حالات پر غور کرتے ہوئے اُن مولوی صاحبان کی خدمت میں

(بقیہ صفحہ ۸۷) بیان ہے کہ آپنے جونائی ۱۸۵۸ء میں مجھسے ملاقات فرمائی، آپکے پیر مبارک میں گولی کا زخم تھا جسے انگلینڈ ڈاکٹری سے صاف کیا چند روز میرے پاس قیام کیا، اور پھر تبلیغ دین میں مشغول ہو گئے، فیروزپور میں مرزا صاحب کے یہاں آپکی شادی ہوئی، آپنے میوات میں دین اسلام کی ترقی کا وہ کام کیا جو احاطہ تحریر سے باہر ہے

(۳) مولوی نور علی صاحب آپ بھی آفریدی النسل تھے، ایام غدر میں تشریف لائے، اور ریواڑی قیام فرمایا، آپ نے بھی ہندوانی رسوم کو میواتیوں سے چھڑانے کے لیے بہت کوشش کی [illegible] میں موضع منڈالہ تحصیل نوح میں عین تہجد کی نماز میں بحالت سجدہ انتقال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون +

نوٹ: [illegible] مولوی محمد حسن صاحب [illegible]

نہایت ادب سے التماس کرتے ہیں، جنکو میوات سے خاص تعلق ہے کہ آپس میں بیجا مذہبی اختلافات و خصائص نفسانی کو جگہ نہ دیں، مسائل کی تحقیق جو علما کا حق ہے، اُن سے ان سیدھے سادھے مسلمانوں کو خلجان میں نہ ڈالیں، اور سیدھے سادے اسلامی ارکان و احکامات کی اجرا کی کوشش فرمادیں، عنداللہ ماجور ہونگے*

میواتی قوم کے بعض بزرگوں کے حالات

سعداللہ خاں، آپ کا وطن آگیبڑہ تحصیل نوح ضلع گوڑگانوہ میں ہے آپ میوات کے اعلیٰ درجہ کے شاعروں میں شمار کئے جاتے ہیں، میواتی زبان[1] جو آجکل میوات میں بولی جاتی ہے، اور وہاں کے باشندوں کی زبان سے نہایت پیاری معلوم ہوتی ہے، آپ ٹھیٹ اسی زبان میں شعر کہتے تھے، جو نہایت صوفیانہ اور فلسفیانہ طریق پر ہوتی تھی، آپ کے اشعار بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے

[1] میواتی تزبان، خاص میوات کی زبان کا نام ہے، یہ مسلمہ بات ہے، کہ جس قدر جو زبان قدیم ہوتی ہے، اسی قدر اُس زبان کو کمال اور برتری حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ پُرانی زبانوں کا حال ہے کہ اُنکو جو برتری دنیا کی نئی زبانوں پر حاصل ہے، وہ محتاج بیان نہیں خود ہندوستان میں جہاں کچھ اوپر تیس زبانیں بولی جاتی ہیں، اُن کو بھی بوجہ نئی اور جدید زبان ہونے کے وہ فخر حاصل نہیں، جو اُن قدیم زبانوں کو ہے، اُردو زبان بھی جس کی عمر آج اڑھائی سو برس کی ہوگی، اور آجکل ہندوستان کے چاروں گوشوں میں کم و بیش بولی جاتی ہے، وہ بھی اس برتری اور کمال سے محروم ہے، بیشک میواتی زبان بمقابلہ اُن زبانوں کے جو قدیم ہیں، کچھ تعلق نہیں، لیکن اگر ہندوستان

جاتے ہیں اور خاص و عام کی زبان پر رہتے ہیں، جو مقبولیت اور پسندیدگی کی ایک عمدہ دلیل ہے، اکثر میوات کی کہاوتیں آپ سے بتلائی جاتی ہیں، اسواسطے کہا جاسکتا ہے، کہ میواتی زبان کی جس قدر خدمات آپنے ادا کی ہیں، شاید ہی کسی نے کی ہوں، بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ میواتی زبان کی شروع ہی آپ کی ذات بابرکات سے ہوئی، آپکے چند اشعار بطور نمونہ ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے پیش کیے جاتے ہیں، تحت الارض کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں،

دھرتی تل ہی جل، جل پے مچھ براجے — مچھ تلے پاکھان، ملانگ سر پہ ساجھے
چرن ملانگ پیٹھ باسک کی بیٹھو — باسک کنڈلی مار بیٹھ کچھا کی بیٹھو
کچھے تلے ہی جھگ، جھگ تل پون بھری ہے — پون تلے اندھیارا ہیں سب بہار کھڑی ہے
جہانتک حرف قرآن میں تک پہنچے بالشد — آگے اگم اتھاہ ہے جانت ہو اللہ

قصہ مہابھارت کو بھی آپ نے بہت اچھے پیرایہ میں میواتی زبان میں نظم کیا ہے، جو بہت ہی دلچسپ ہے، پرسرام اور بھیکم کے تذکرہ میں فرماتے ہیں +

(بقیہ صفحہ ۸۹) کی اُن زبانوں سے انکا مقابلہ کیا جاوے، جو آج جنوبی ہند میں بولی جاتی ہیں، تو چند ان بیجا نہوگا، میواتی زبان میں بمقابلہ اردو زبان کے عربی فارسی کے الفاظ کثرت کے ساتھ نہیں پائے جاتے بلکہ برج اور ٹھیٹھ مالی زبان کے الفاظ کثرت کے ساتھ پائے جاتے ہیں، جس میں سنسکرت کے الفاظ کثیر ہیں، لیکن اب وہ مستقل زبان کہلائی جانے لگی، مگر اب اس جدید دنیا میں اس میواتی زبان کا قلع قمع ہوتا نظر آتا ہے، شعر و شاعری سے بھی اس زبان کی ضیافت کی گئی، مگر وہ شاعری بھی پرانی جاہلیت کی سی ہے، جسکو باقاعدہ شاعری نہیں کہا جاسکتا، میوات میں ان اشعار کو دوہا یا دوہرہ کہتے ہیں، سینکڑوں قصے کہانیاں میواتی شاعروں کے بنائے ہوئے ہیں، جنکو میراثی لوگ بروقت شادی وغیرہ گاتے ہیں اور اپنا منتا نگا دان پاتے ہیں +

اِن پربت کے بیچ لڑاں دو شیر خدا کے — جا اون بھڑن پہاڑ ٹوک اُڈ جائیں گجا کے
چلاں بان کمان ابر جب بادل چھائے — ایسوناں ہی کوئی چھڑا دے اِن کو آکے
وو تراسے لڑاں جانوں بھڑے پہاڑ — سعد اللہ اِن نین کی کمری ہو ئے نانا

اور عاشقی اور معشوقی کے راز و نیاز پر کہتا ہے +

اِت ساجن اِت دھن کھڑی اِت بولا ہیں — سعد اللہ دل مل گئے ٹالے ٹلیں نہیں

مسئلہ تقدیر پر یوں فرماتے ہیں۔

مرے نان ہر کے قول مرے نان بنا او دے
جھو نجتا ناں مرے توپ کو گولہ واگے
دشمن ملے اُجاڑ گھونٹ کے زہر پلا دے
سائیں بڑے حکیم پیٹ میں واسے جرادے
بجانوے گھات بباس کر بھانوے بس وے تار
سعد اللہ[1] سارے بسے داکو دا کھ دے کرتار

آپ کی مشہور مثل کہ "سانچی بات سعد اللہ کہے سب کے من سے اُترا ہے"
زبان زد خاص و عام ہے، باقی حالات بہت ہیں جن کی اس مختصر میں
گنجایش نہیں فقط واللہ اعلم بالصواب +

چوہر سدھ، یہ نائی نسل کے میواتی اور فقیر منش آدمی تھے، انکی ہزار کا
کراماتیں مشہور ہیں، دھینٹا کے اردگرد و نواح کے آدمی (جہاں کہ آپکا مزار
ہے) نہایت عقیدت رکھتے ہیں، اور ہر طرح سے اُن کی مانتا اور نذر و نیاز
کرتے ہیں، پھاگن بدی جو دش کو آپ کی قبر پر بہت زبردست میلہ ہوتا ہے

[1] بارھویں صدی کے اوائل میں آپ نے انتقال فرمایا

اس قدر مخلوق خدا کا ازدہام ہوتا ہے کہ پانی تک کی قلت ہو جاتی ہے۔

میاں راج شاہ صاحبؒ طاب ثراہ

آپ کا اسم مبارک میاں راج شاہؒ مشہور ہے، آپ ڈھنگل نسل سے ہیں، آپ کے حالات کا حصر مشکل ہے، دفتر بھی کافی نہیں، آپ کو غوث کا رتبہ حاصل تھا، باطنی علم پروردگار نے بہت عنایت فرمایا تھا، بڑے بڑے سرکش میواتی، شراب خوار، مشرک، بدعتی، فاسق بے دین آپ کے پاس آتے مگر آپ کو دیکھتے ہی کلام سن کر ایسے گرویدہ ہوتے، کہ تمام صغائر کبائر سے تائب ہو کر پکے صوفی مسلمان، راہ سلوک پر چلنے والے بن جاتے، مرید بھی آپ کرتے تھے، مگر چونکہ آپ کے یہاں کوئی نوشت کا طریقہ جاری نہ تھا، اس لیے ٹھیک تعداد معلوم نہیں ہو سکتی، مگر آپ کے متوسلین کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہوگی، میوات کے علاوہ بھی آپ کے متوسلین، میرٹھ، بلند شہر، مراد آباد، اور پنجاب کی طرف کثرت سے پائے جاتے ہیں، آپ کے چند خلفاء ایسے گذرے ہیں، جنکا شمار اہل اللہ کی جماعت میں ہوتا ہے، بالخصوص غازی الدین خاں ہنھیا میں، میاں امیر شاہ دودھا میں، اور دھلاوٹ والے میاں صاحب مشہور تھے،

جو لوگ حضرت میاں صاحب سے توسلات رکھتے ہیں، وہ جھبہ کہے جاتے ہیں، آپ کا مقبرہ شریف سوندھ میں بنا ہوا ہے، جہاں ۱۱ شوال کو بڑا زبردست مجمع ہوتا ہے، اور متوسلین طرح طرح سے ایصال ثواب کرتے ہیں،

سلہ یہ تینوں حضرات بھی فوت ہو چکے، انا للہ الخ

خاکسار بھی آپ کے روضہ شریف کی زیارت سے دو دفعہ مشرف ہوا ہے

انشا اللہ روضہ شریف کیا ہے، ایک ویرانہ میں عجب لطف انگیز بنا ہے

چھوٹا سا گنبد ہے، اندر کئی قبریں اور بھی ہیں، آپ کی قبر شریف پر غلاف پڑا

رہتا ہے، آجکل سجادہ نشین آپ کی گدی شریف پر مولوی عبداللہ شاہ صاحب

دام ظلہ ہیں، جو ایک نہایت حسین بزرگ، فرشتہ صفات ہیں، ارادت کا

سلسلہ برابر جاری ہے ؂

حضرت سلطان العارفین تاج الواصلین صوفی باصفا، فاضل اجل حضرت مولنا

مرشدنا مولوی عبداللہ خاں صاحب نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہٗ،

آپ بلاوت خاندان سے ہیں، آپ کا اصلی نام مبارک سائیں خاں، اگر حضرت

راس المحدثین حضرت مولنا مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے

تبدیل فرماکر عبداللہ خاں رکھدیا تھا، آپ نے اپنی تحصیل علمی تمام کی تمام مولانا صاحب

موصوف سے ہی کی، آپ حضرت کے خاص شاگردوں سے ہیں، آخری

حصہ عمر میں تصوف کی طرف زیادہ رجحان تھا، چنانچہ شیخ اکبر محی الدین ابن

عربی کی فصوص الحکم و فتوحات مکیہ کتابیں وغیرہ آپ کے ہر وقت زیر مطالعہ رہا

کرتیں، اس لئے علم تصوف کے ایسے ایسے پیچیدہ اور دقیق مسائل اور رموز

جہاں تک آجکل کے اکثر صوفیوں کے خیال شاید ہی پرواز کرتے ہوں حل

فرما دیا کرتے تھے، آپ کو حضرت مولنا مولوی محمد قاسم صاحب بانئے

دارالعلوم دیوبند کے تلامذہ میں ہونیکا فخر حاصل ہے، علم کلام کے اکثر

مسائل آپ کو ازبر یاد تھے، آپ کے تقویٰ و طہارت، ریاضت و عبادت

کسر نفسی اور زہد فی الدنیا کو ہماری زبان اور قلم کیا ادا کر سکتی ہے، میواتی قوم میں اول آپکا نام مبارک ہے، جنہوں نے دینی علوم کی تحصیل کر کے ترویج دین پر کمر ہمت باندھی، ابتدا میں آپ وعظ بھی فرماتے تھے، جو نہایت درد اور تحقیق سے مملو ہوا کرتا تھا، بعد میں آپ نے وعظ کا کہنا ترک کر دیا تھا، مگر پھر بھی اصرار کرنے سے کبھی کبھی فرما دیا کرتے تھے، اور ایسا پُر درد بیان فرماتے کہ شاید ہی کوئی ایسا سنگدل ہوتا ہوگا، جس کی آنکھوں سے آنسو نہ بھر آتے ہوں اور رقت طاری نہ ہو جاتی ہو، خاکسار کو بھی آپ کی شاگردی کا فخر حاصل ہے آپکی طبیعت میں تحقیق جو اہل علم کا حصہ ہے بہت زیادہ تھی، اس لئے اکثر حدیث کی طرف رجوع فرمایا کرتے تھے، ۹ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ کو آپنے اس دار فانی سے کوچ فرمایا، انا للہ وانا الیہ راجعون +

میواتی قوم کو تعلیم کی ضرورت اور اُس کے لئے ایک درسگاہ کی تحریک

معزز برادران قوم! السلام علیکم؟

یہ ایک مسلمہ امر ہے، جسپر تمام عقلاء زمانہ کا اتفاق ہے، کہ دنیا میں کوئی قوم بحیثیت قوم زندہ اور بار آور نہیں ہو سکتی، جب تک کہ وہ اپنی توجہ پوری پوری تعلیم میں نہ صرف کر ڈالے، دنیا کی وہ بار آور قومیں

جن کے ہاتھوں میں آج دنیا کی مہار ہے، وہ بھی اول تعلیم میں ہی فنا ہو کر زندہ ہوئی ہیں، تب لہٰذا کو یہ مرتبہ حاصل ہوا کہ آج وہ دنیا کی جہانبانی کر رہے ہیں کیا کوئی شخص انکار کر سکتا ہے کہ جس قدر کسی قوم میں علم و ہنر نے جگہ پائی اسی قدر وہ قوم بار آور اور خوشحال ثابت ہوئی ہندوستان کے اقوام میں بھی اس کی کتنی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں، پارسی قوم جن کی تعداد ہندوستان میں ایک لاکھ سے زیادہ کی نہ ہوگی اور ہندوستان کی نووارد قوموں میں اس کا شمار ہے مگر دولت و ثروت میں اس کا مقابلہ کوئی قوم ہندوستان میں نہیں کر سکتی آج ہندوستان کی اعلیٰ تجارت اس قوم کے ہاتھوں میں ہے اُن کی راہ و رسم حکومت سے بھی ہے اور ان کی اس ترقی تمدن کا گُر محض تعلیم ہے تعلیم میں جس قدر ترقی اس قوم نے کی ہے ہندوستان میں اس کی نظیر شاذ ہی ملیں گی بنگالی قوم کی ترقی کا راز بھی اس جدید تعلیم کا ایک یقینی سبب ہے، پنجاب میں بھی بعض قومیں یہ دیکھکر جاگ اٹھی ہیں اور ساری قومیں اس امر میں فکر کرنے لگی ہیں اور اسی غرض کے پورا کرنے کے لئے آج ہر ایک قوم نے اپنے اپنے قومی سکول اور کالج مدارس کھولے ہوئے ہیں اور روز بروز ہر ایک قوم کے مجلسی دَور ترقی پذیر ہیں، کبھی آزادی کے رزولیوشن پاس کئے جاتے ہیں، تو کبھی گورنمنٹ سے جائز مطالبات کی تجویزیں سوچی جاتی ہیں، مگر واے رے میواتی قوم!

تمہیں کیا ہو گیا، کیسی نیند نے تمکو پکڑ لیا، تمہیں خبر نہیں، کہ آفتاب

بہت دیر سے نکل آیا، اور اُس کی پُر نور شعاعوں نے دنیا کو منور کر دیا دنیا کے جاگے ہوئے قافلے بوریا بستر اباندھ کر آگے نکل گئے، بعض انگڑائیاں توڑ رہے ہیں، اور بعض بار برداری کر رہے ہیں، مگر تم ابھی خراٹے ہی لے رہے ہو، ہوشیار ہو جاؤ، جاگو، کب تک سوتے رہو گے، کیا تمہیں زمانے کی پر ہیبت آواز نہیں پہنچی، کہ

زمانہ نام ہے میرا تو میں ایک دن دکھا دوں گا
کہ جو تعلیم سے بھاگے گا نام اُسکا مٹا دوں گا

مذہبی حالت تمہاری قابل رحم ہے، مسلمانوں کی قدیم جماعتیں تم کو نیم ہندو نیم مسلم کا لقب دے چکی ہیں، کیا تعلیم یافتہ طبقہ اب بھی میوات میں ایک درسگاہ کی ضرورت کو محسوس نہ کرے گا، خبردار! خبردار!! خبردار!!!

میواتی قوم کو ایک ایسی درسگاہ کی ضرورت ہے، کہ جس میں میواتی قوم کے نونہالوں کو دینی اور دنیوی تعلیم دوش بدوش دیجا سکے، تاکہ اُن کے عادات واخلاق، رسوم ورواج قومی کی اصلاح ہو۔

ورنہ اے برادران قوم!

ایک زمانہ آئے گا، کہ یہ قوم مرحوم زمانے کی چکی میں پیس دی جائے گی، اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ہم اپنی ناقص رائے کا اظہار کرتے ہیں، کہ اگر میواتی قوم اپنی توجہ اس طرف مبذول کرے، تو میوات میں ایک ایسی درسگاہ کھولی جا سکتی ہے، جس میں دینی اور دنیوی تعلیم

دوش بدوش دیجا سکے، اور اسکا بار میواتی قوم پر ہی ڈالا جاسکتا ہے،
جس قدر میواتی قوم میوات میں آباد ہے، اِس سے کہیں زیادہ پورب
اور مالوہ وغیرہ کی اضلاع میں جا اقامت گزیں ہوئی ہے، میں اُمید
کرتا ہوں، کہ اگر قوم کے سر برآوردگان[1] اس طرف توجہ مبذول کریں، تو
گمان غالب ہے، کہ دیگر اضلاع کے میواتی بہت جلد لبیک کہیں،
اور وہ بجان و دل اِس بات پر آمادہ ہوجائیں گے ہم نے سابق میں بھی گئی
ایک سر برآوردہ اشخاص کو اس طرف توجہ دلائی تھی، مگر بجائے اس
کے کہ وہ ہماری آواز کو کان دھر کر سنتے، اُلٹا یہ ہوا، کہ ہماری آواز کو انہوں
نے ایک مجنوں کی بڑ سے زیادہ وقعت نہ دی،

اے میرے نبی بھائیو! جس بات کو تم ناممکن خیال کرتے ہو، وہ
ایک دن تم کو ممکن نظر آجاوے گی، ہمت تو باندھو، ابتدا میں ہمیشہ
ایسا ہی ہوا کرتا ہے، دنیا کے وہ کالج و سکول جن کو آج دار العلوم
ہونے کا فخر حاصل ہے، اُن کی ابتدائی ہسٹری ایسی ہی نکلے گی،

[1] جناب چودھری محمد یٰسین خاں صاحب، بی، اے، جو اپنے دردمند پہلو
میں قوم کا درد رکھتے ہیں، اور ہر وقت یہی دُھن رکھتے ہیں، کہ ہماری قوم
کسی طرح ترقی کرے، مستحق شکریہ ہیں، اور انہوں نے ایک مکتب کی بھی جو اسنبہ تحصیل
نوح میں ہے، بُنیاد ڈالی ہے[2]، جو ابتک خاطر خواہ ترقی کر رہا ہے، سر برآوردگان
قوم کو اس طرف توجہ کرنی چاہیے، تاکہ وہ مدرسہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرے، اور ہماری
خوشگوار اُمیدوں کا مخزن و منبع بنے، مؤلف

[2] امسال یہ سکول انگریزی مڈل ہوگیا ہے۔ مؤلف

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا قول ہے،

مشکلے نیست کہ آساں نہ شود

مرد باید کہ ہراساں نہ شود

اوّل، اوّل ایک ایسی مجلس انتظامیہ قائم کرو، جس میں ہر ایک گوت اور تھانے اور پال کے عمائد بلا تکلف شریک ہو سکیں، اور اپنی اپنی رائے کا اظہار کر سکیں، اور اسکو ساری قوم کے افراد بغور سن سکیں، انہی کی رائے اور شورے سے ایک ایسی جماعت منتخب ہو، جسکو مجلس انتظامیہ کی طرف سے یہ اہم ترین کام سونپا جا سکے اور ہر ایک گوت اور پال کے عمائدین کے ذمے اُن کے حلقہ اثر سے درسگاہ کے چندے کی وصولی کا ذمہ ہو، چندہ وصول کرنے والی اُن کے ماتحت دوسری جماعت کی جا سکتی ہے، دیکھئے اب کیا آواز آتی ہے، میں تو اپنی ذات سے اس قسم کی خدمات کے لئے بجان و دل موجود ہوں، اور کہتا ہوں کہ

ہستی کی ساری دکاں بیچتا ہوں

نہ تن ہی نہ تن بلکہ جاں بیچتا ہوں

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ آمین

۷۸۶

تتمہ

ابھی ہماری کتاب معرض الطباع ہی میں تھی کہ ہمارے بعض احباب مُصر ہوئے اور انہوں نے اِس کتاب میں کسی قدر شجرہ نسب ہونا ضروری خیال کیا گو ہم بھی اس سے غافل نہ تھے چنانچہ جہاں ہم نے تمام گوتوں اور پالوں کی تفصیل لکھی ہے وہاں وعدہ کیا ہے کہ چونکہ تمام گوتوں اور پالوں کے تمام شجرہ انساب ہنوز ہمکو دستیاب نہیں ہوئے ہیں بلکہ لنصف سے بھی کم دستیاب ہو سکے ہیں ان کی بھی تنقیح رہی ہوئی ہے، اِس لئے سر دست یہ تجویز کی جاتی ہے کہ جس وقت تمام گوتوں اور پالوں کے شجرہ نسب مکمل طور پر مرتب ہو جاوینگے اس وقت شائع کر دئے جاوینگے اور اسکو اِس کتاب کا ضمیمہ قرار دیا جاوے گا (ممکن ہے کہ بقید حیات آئندہ اشاعت تک ہی مکمل ہو جاویں) اِس لئے ہم اپنے ان احباب کی دلی خواہش پاکر صرف دو ایسی پالوں کے شجرہ نسب لکھتے ہیں جنکا سلسلہ نسب چھتریوں کی ان دو مشہور قوموں سے جا ملتا ہے جن کی نسل سے اکثر ہندوستان لبریز ہے اور ساہل میوات کے بھی کچھ اوپر چالیس گوت اور پال ان سے جا ملتے ہیں یعنی تومر اور

جادو لیکن قبل اس کے یہ بھی ہم ظاہر کئے دیتے ہیں کہ اہل میوات کے شجرہ انساب دریافت کرنے کے لئے ہمنے کیا کیا ذرائع اختیار کیے اور کیونکر ان کی تصدیق کی گئی اس لئے انکو نمبروار درج کرتے ہیں جس سے ناظرین اندازہ لگا سکیں گے کہ ہم نے شجرہ نسب دریافت کرنے میں کوئی دقیقہ جو مفید مطلب ہوتا نہیں اٹھا رکھا ◆

اوّل یہ میوائیوں کے قدیم زمانہ ہی سے جبکہ وہ داخل اسلام نہیں ہوئے تھے حسب رواج اہل ہند قومی کبیشر چلے آتے ہیں اور وہ جدا جدا پالوں کے ہوتے ہیں مثلاً چھرکلوت کا کبشیر (جگا) الگ ہے اور دیڑوال کا جدا ہے، علیٰ ہذا القیاس ◆

دوئم کہ میوات میں ہر ایک گوت اور پال کے جدا جدا میراثی ہوتے ہیں گو ان کے یہاں نوشت کا تو کوئی طریقہ جاری نہیں لیکن اپنے متعلق گوت اور پال کے قریب قریب تمام شجرہ کا برزبان یاد کرنا اور بر موقع ان کی جھوٹی سچی مدحت سراہی کرکے دان پن مانگنا گویا انکا خاص روزگار ہے، جس سے وہ اپنا پیٹ پالتے ہیں اگرچہ انکے تمام یاد کردہ شجرہ انساب تسلی دہ نہیں ہیں لیکن شجرہ نویسی میں امداد ضرور ملتی ہے جو میوائی جیسی قوم کے لئے غنیمت ہے ◆

سوئم یہ کہ جس وقت اہل میوات داخل اسلام ہوئے اور ان کے اسلام لانے کا بڑا ذریعہ بزرگان دین مثل حضرت خواجہ معین الدین صاحبؒ و بدیع الدین مدار صاحبؒ و سید سالار صاحبؒ انکو قرار دیا گیا تو ان کے

خادم اور پس ماندہ نسلیں ان نومسلم میواتیوں کے پاس پہونچیں اور ہر ایک گوت اور پال کو اپنا سیوگ بنالیا اور ہر ایک نے اپنے سیوگ شدہ گوت اور پال کا شجرہ نسب درج کیا اور وہ ابتک ان کے پاس محفوظ چلے آتے ہیں ایک شجرہ میں نے مدار صاحب کے ملاں کے پاس دیکھا تہا وہ بارہ پال تک کو حاوی تہا جس کی کچھہ نقل خاکسار نے بہی کی تہی اُس کو کبیشروں اور میراثیوں کے شجروں سے ملایا گیا تو صحیح ثابت ہوا جس شجرہ سے نقل کیا تہا اسپر سمت ١٧١٥ اس کی تحریر کا زمانہ تہا۔

چہارم یہ سبب بھی بہت وقیع ثابت ہوا ہے کہ جس طرح ہر ایک قوم میں دستور ہے کہ اپنے بزرگوں کے قصے اور نام برزبان یاد رکھتے ہیں اور اپنی پس ماندہ نسلوں کو برزبان یاد کرا دیتے ہیں اسی طرح میوات میں بھی برابر یہ دستور جاری رہا ہے کہ میواتی قوم کے لوگ اپنے بزرگوں

(نوٹ صفحہ ١٠٠) ١ مدار صاحب و خواجہ صاحب و سید سالار صاحب کے ملاں و مجاور لوگ میوات میں خوب دورہ کرتے ہیں اور اپنے اپنے بزرگوں کے مریدوں میں جاکر خوب اپنا مطلب حاصل کرتے ہیں پر افسوس ہے کہ ان کے حسب دعویٰ انکے بزرگ تو ایسے تھے کہ انہوں نے انکو مسلمان بنایا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ یہ الٹا ان بیچارے ناواقف مذہب لوگوں کو شرک اور بدعت میں پھنساتے ہیں، سالار صاحب کے مجاوروں کا نشان، مدار خواجہ کا بکرا ذبح کرانا وغیرہ وغیرہ ایسے بھی شرک ہیں جن سے اسلام ٹوٹ جاتا ہے کاش یہ ملاں صاحبان دینی تعلیم حاصل کرکے ان کو نفع پہونچائیں۔

مؤلف

اور مورثوں کے نام بر زبان یاد کر لیتے ہیں اور بعض قومی شاعروں نے اپنے
اعلیٰ بزرگوں کے وقائع کو نظم کیا ہے جنکو میراثی لوگ بڑے شوق سے
گاتے ہیں اور اپنا منہ مانگا دان پاتے ہیں تھوڑا عرصہ ہوا میواتی قوم کے
بعض شاعروں کے درمیان ایک مناظرہ ہوگیا جو بہت طول پکڑ گیا تھا
اور وہ اس بنا پر تھا کہ سروپا شاعر سکنہ پاٹہ نے یہ سوال تمام
شاعروں سے کیا کہ

میوات کیسے ہیو کیسے باجو نانون
کون ملک میوات کو کون بسایو گانون

بس اسپر جو کچھ زور آزمائی میواتی شاعروں کی ہوئی وہ قابل تعریف
ہے افسوس کہ اس مختصر میں اس کی گنجائش نہیں ورنہ ضرور حوالہ قلم کرتے
ان سے بھی شجرہ نویسی میں خوب امداد ملی ہے فقط

مختصر شجرہ نسب چھپرکلوت پال از راجہ تمن پال جادومنبی تخت نشین بیانہ
واقع ہاڑوتی ۱۰۹۶ سنہ عیسوی المقدس
۱ تمن پال
بناک
بہرت
جبیل
۲ مہاچند
کریل
جیپال
ڈیلروت
چھپرکن
پوتا
۵
پالن
سیدو
اوجے
ٹیرے
تاج
۶ بلونڈ
۷ چکڈنڈ
۸ مبابن
۹ ٹیڈے
بہارب
نئی آبادکی
۱۱ سکتے
انتے
سکتے
باہڑ
بیلیا
۱۲ بہوج
۱۳ بھتے
۱۴ بہار
۱۵ ڈھبو
۱۶ ابھی چند
۱۷ پہاٹا
۱۸ رائے مل
۱۹ بیرا
۲۰ بادو
۲۱ اومر
۲۲ پہاڑا
۲۳ چاندے
۲۳ نیم کا کا موضع ملی ہے۔
۲۴ بہارو
سیلا
۲۵
شہباز
صاحب
جگروپ
سلطان
علی محمد
۲۶ فاضل
۲۷ سنپت
۲۸ سائمل
۲۹ نکوتاں
سائمن نیم کو چھپرکلوت
نوٹ ابن تمن پال سے خانزادان اور
جدمنبی کے تمام گوتوں کا شجرہ نسب جامع
ہے۔ مؤلف
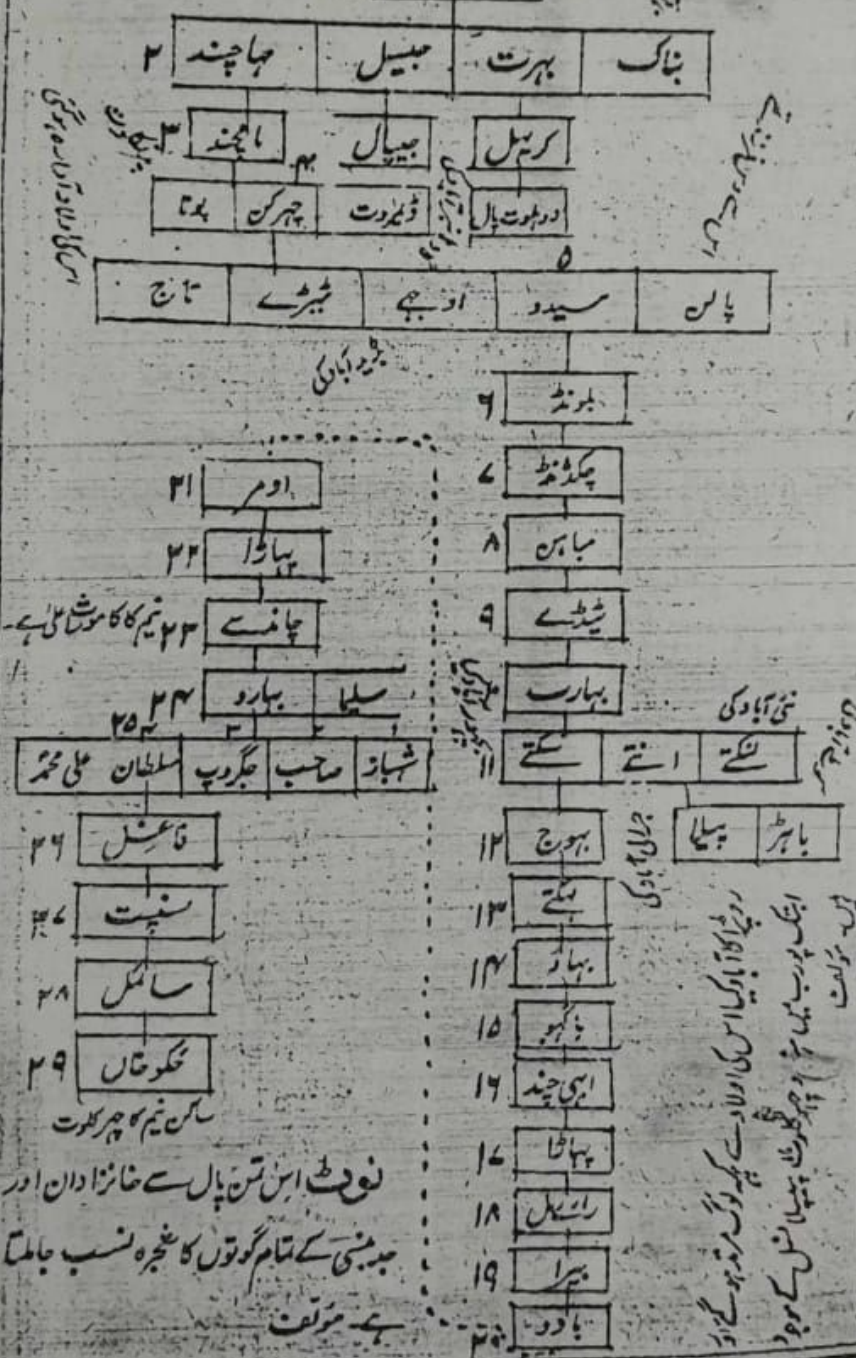
مختصر شجرہ نسب ڈیڈوال پال از اننگ پال تومر تخت نشین دہلی سمت ۸۴۸ بکرمی
۱ اننگ پال ثانی
۲ ادھراج
۳ مہراج
۴ دھولو راجہ
یہ راجہ مسلمان ہوا اس لیے یہ پال دھولو ل سے موسوم ہوئی بعد میں بگڑ کر ڈیڈوال کہلانے لگی۔ مؤلف
۵ ٹھراجی
۶ مادا پنھا
۷
براج
راڈالہا
جیندرا
ڈوٹل
دیورانا
سلارسے
۸ تونہان
یہ اُس نے بسولی آباد کی
۹
۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷ شیر دیرن
۱۸ کرائس چند
۱۹ قطب الدین
۲۰ شہاب الدین
۲۱ بیناق
۲۲ ناصر
۲۳ اجمیری
۲۴ ولی
۲۵ بلندا
۲۶ دلشیر
۲۷ دریا
۲۸ وزیر
۲۹ عبداللہ
۳۰ عبدالشکور راقم الحروف حال آباد فیروز پور
نوٹ اس اننگ پال ثانی سے
بالوت۔ لنڈاوت، رٹاوت، سردھیا،
منگریا کا سلسلہ جا ملتا ہے، دیکھو کتب
گیشران، مؤلف

مَن لَّم یَشکُرِ النَّاسَ لَم یَشکُرِ اللّٰہَ

اُن برادران قوم کا شکریہ ادا کیا جاتا ہی جنھوں نے
دوران تالیف مین ہماری مالی اور قلمی معاونت
فرمائی جنمیں جناب مہتاب خانصاحب ذیلدار و
چودھری کالے خان و چودھری چھوٹے خان
و جیون خان نمبردار صاحبان خاص شکریہ کے
مستحق ہیں۔ نیز اس موقعہ پر ہم جناب منشی سعداللہ
خانصاحب کو بھی نہیں فراموش کرینگے جنھوں نے
فراہمی مضامین میں ہماری خاص امداد فرمائی ؞

ناچیز عبدالشکور

ضروری عرضداشت

اس خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم کو تاریخ میوات لکھنے کی
توفیق بخشی ہمارا کام یہی تھا جسکا ذمہ وار مجھکو برادران قوم نے
گردانا اب برادری کا فرض ہے کہ اس کی خریداری فرما کر میری
حوصلہ افزائی فرمائی جاوے چونکہ اس کتاب کے لکھنے مین سخت
جانکاہی کا سامنا ہوا اور برسوں کی محنت کے بعد ہم نے اس کتاب
کو لکھا ہے کوئی صاحب طبع کا قصد نہ فرماویں بلکہ جس قدر نسخے
مطلوب ہوں خاکسار سے ہی طلب فرماویں۔

خلاصہ تاریخ ہند مؤلفہ منشی سعد اللہ خانصاحب برائے طلبا
مڈل بھی ہم سے ملسکتا ہے۔

احقر الانام ابو محمد عبد الشکور مقیم موضع نیم کا ڈاکخانہ بچھور
ضلع گوڑگانوہ

ضروری عرضداشت

اس خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم کو تاریخ میوات لکھنے کی توفیق بخشی ہمارا کام یہی تھا جسکا ذمہ وار مجھکو برادران قوم نے گردانا اب برادری کا فرض ہے کہ اس کی خریداری فرما کر میری حوصلہ افزائی فرمائی جاوے چونکہ اس کتاب کے لکھنے مین سخت جانکاہی کا سامنا ہوا اور برسوں کی محنت کے بعد ہم نے اس کتاب کو لکھا ہے کوئی صاحب طبع کا قصد نہ فرماویں بلکہ جس قدر نسخے مطلوب ہوں خاکسار سے ہی طلب فرماویں۔

خلاصہ تاریخ ہند مؤلفہ منشی سعد اللہ خانصاحب برائے طلبا مڈل بھی ہم سے ملسکتا ہے۔

احقر الانام ابو محمد عبد الشکور مقیم موضع نیم کا ڈاکخانہ بچھور ضلع گوڑگانوہ